اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ …… حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

سلسلۂ عالیہ احمدیہ کا سب سے مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

ہفتہ وار

قادیان

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی
بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

اخبار

الحکم

دورِ جدید

مدیر اعلیٰ:۔ شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول:۔ شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ
حکومت و والیان ریاست سے .... عا/
امراء و مددگاروں سے ... صہ/
معاونین سے ..... عـہ/
عوام سے ..... صہ/
ممالک غیر سے ۱۲شـ

مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے ہر ماہ عیسوی کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل سے شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ ۲/

جلد ۴۱ | مورخہ ۱۴/۲۱ اکتوبر ۱۹۳۸ء مطابق ۱۹/۲۶ شعبان ۱۳۵۷ھ | نمبر ۳۵ و ۳۶

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود مع التسلیم

تجھے رہبرِ دوسرا دیکھتا ہوں!

(از جناب ماسٹر چوہدری محمد علی خان صاحب اشرف بیرم پوری)

مسیحا تجھے باصفا دیکھتا ہوں۔
تجھے میں حبیبِ خدا دیکھتا ہوں
یقیناً تو ہے عیسائے ابن مریم
تجھے موسئے مصطفےٰ دیکھتا ہوں
خدا نے تجھے ہے بنایا مسیحا
محمدؐ کے دیں کا عصا دیکھتا ہوں
تری شکل سے شکلِ احمدؐ عیاں ہے
تجھے احمدی آئینہ دیکھتا ہوں
کنارے لگا دو یہ امت کی ناؤ!
کہ بیڑا بھنور میں پڑا دیکھتا ہوں
مجھے بحرِ عصیاں سے شاہا نکالو!
کہ تجھ کو ہی میں ناخدا دیکھتا ہوں
خدارا بتا دو مجھے سیدھا رستہ
رہِ راست گم ہو گیا دیکھتا ہوں
گئے بھول کر ہیں کہاں سے کہاں ہم
نہیں کوئی اب دوسرا دیکھتا ہوں
تری شکل میں رہبر دو عالم میں شاہا
تجھے رہبرِ دوسرا دیکھتا ہوں
میں دنیا کی اس بے ثباتی سے اشرف
اسے ایک مہماں سرا دیکھتا ہوں

ان دنوں ہے باغِ احمدؐ پر بہار آئی ہوئی ؛ پھول پھل لانے لگی ہر شاخ مرجھائی ہوئی
آبپاشی اس کی ہے اب ہاتھ میں محمود کے ؛ ہے ترنم ریز بلبل تھی جو غم کھائی ہوئی
جانفزا اشرف بنا ہے بوستانِ احمدی
ہر طرف ہے ابرِ رحمت کی گھٹا چھائی ہوئی

فرمودات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایمان کی نعمت یہی ہے۔ کہ خدائی نصرتوں کو انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ جب وہ خدا کی نصرتوں کو دیکھتا ہے۔ تب اس کا ایمان بڑھتا ہے۔ اور معرفت اور بصیرت کی آنکھ کھلنے لگتی ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ کی نصرتوں کی چمک نظر نہیں آتی۔ اسوقت یہ حالت تذبذب ہی رہتا ہے۔ لیکن جب اُن کی چمکار نظر آجاتی ہے۔ اسوقت سینہ کی غلاظتیں دُور ہوجاتی ہیں۔ اور اندر ایک صفائی اور نور نظر آتا ہے۔ وہ حالت ہوتی ہے۔ جب اس کے لئے کہا جاتا ہے۔ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللّٰہ۔

اہل اللہ کہتے ہیں۔ کہ جب انسان عابد کامل ہوجاتا ہے۔ اسوقت اسکی عبادتیں ساقط ہوجاتی ہیں۔ پھر خود ہی اس جملہ کی شرح کرتے ہیں۔ کہ اس سے یہ مطلب نہیں۔ کہ نماز روزہ معاف ہوجاتے ہیں بلکہ اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ تکالیف ساقط ہوجاتی ہیں۔ یعنی عبادات کو وہ ایسے طریق سے ادا کرتا ہے۔ جیسے دونوں وقت روٹی کھاتا ہے۔ وہ تکالیف مدرک الحلاوت اور محسوس اللذت ہو جاتی ہیں۔ بس ایسی حالت پیدا کرو۔ کہ تمہاری تکالیف ساقط ہو جائیں۔ اور پھر خدا تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور نہی سے بچنا فطری ہوجائے۔ جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے۔ تو گویا ملائکہ میں داخل ہوجاتا ہے جو یفعلون ما یؤمرون کے مصداق ہیں:۔

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد صاحب عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم تراب منزل قادیان سے شائع ہوا۔

حسن و احسان میں یکتا محبوب کی سیرت کے چند ٹکڑے

مولوی کرم دین بھیں اور مہر شاہ والے مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ہمرکاب تھا۔ رات کا وقت تھا لیمپ روشن تھا۔ چاند سا چہرہ چمکتا تھا۔ سُرخ بال سرد ریش حالہ کئے ہوئے تھے۔ عمامہ اتار رکھا تھا۔ اور میں سر مبارک کو دبا رہا تھا۔ کبھی میری نظر چہرۂ مبارک پر تھی۔ اور کبھی لیمپ پر۔ اب بھی یہ منظر یاد آجاتا ہے۔ تو کہہ اٹھتا ہوں ؎

آتی ہے یاد جب وہ مجھے صورت حسیں
پڑھ پڑھ کے دیکھ لیتا ہوں قرآں کبھی کبھی

بہت سی مختلف طرز کی باتیں فرماتے رہے۔ اور اپنے خدام کا دل خوش کرتے رہے۔ فرمایا ہمارا کہیں قادیان سے باہر جانا حکمت الٰہی سے خالی نہیں ہوتا۔ دو بزرگ ایک ابو سعید مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے (انکا مجھے اسوقت یاد نہیں رہا) ایک مکان میں حق و حکمت کی باتیں کرتے تھے ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے اور مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں تشریف لے جانے کی کیا غرض اور حکمت تھی۔ اپنے اپنے مذاق پر دونوں یوں بولے۔

ایک:- چونکہ تمام انبیاء کو یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ خواہ کسی رنگ میں ہو جب فتنہ و فساد کی آتش تیز ہو جاتی ہے۔ اور ہر ایک طرح کی بد امنی ہو جاتی ہے۔ تو ایک صالح اور متقی کے وہاں سے چلے جانا ضروری اور واجب ہو جاتا ہے۔ تاکہ وہ آتش فتنہ و فساد دب جائے اور مفسد مرجائیں۔ اور کچھ نیک روحیں پیدا ہو جائیں اور حق کے قبول کرنے کا خمیر تیار ہو جائے۔

دوسرے:- بزرگ نے فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین تھے۔ بہت سی سعید ارواح مدینہ میں تھیں۔ جو رحمت کی خواہشمند تھیں اور زمانہ نازک تھا۔ وہ مکہ شریف میں نہیں آسکتی تھیں۔ اور تڑپ ہدایت و نور کی رکھتی تھیں۔ اُن کا جذب قلبی اور کشش روح نے آپ کو کھینچا۔ اور آپ ان کو ہدایت و رحمت اور اُن پیاسوں کی پیاس بجھانے کے لئے آپ تشریف لے گئے۔ اور خدا نے اس ہجرت کے رنگ میں آپ کو مدینہ پہنچایا۔ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ

جب کبھی حضرت امام ہمام واجب الاطاعت خلیفۃ المسیح ثانی ادام اللہ برکاتہم قادیان سے باہر تشریف لے جاتے ہیں۔ تو سعیدوں، صالحوں اور تشنہ لبان ہدایت کی کشش ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی سفر کشمیر سے یہ حکمت معلوم ہو جاتی ہے۔ کہ کس قدر سلسلہ احمدیہ میں لوگ داخل ہوئے۔

ایک روز حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ ہماری طرف سے کتاب یا اشتہار نکلتا ہے۔ تو وہ بہتوں کو ساتھ لاتا ہے۔ اور جو کتاب یا رسالہ ہمارے مخالفوں کی طرف سے نکلتا ہے۔ وہ بھی کچھ نہ کچھ لوگوں کی ہدایت اور احمدیت میں داخل ہونے کا موجب ہو جاتا ہے۔ وہ جھوٹ فریب استعمال کرتے اور لکھتے ہیں۔ اور پھر لوگ ہماری اور ان کی کتابوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اُن میں جھوٹ فریب کی بدبو پاتے ہیں۔ اور ہم میں سچائی صداقت کی خوشبو پاتے ہیں۔ پھر وہ اُدھر سے متنفر ہو کر ادھر آجاتے ہیں۔ بہتوں کی ہدایت کا باعث ہمارے مخالفوں کی کتابیں اور اشتہارات ہوتے ہیں۔

ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے۔ پندرہ سولہ آدمی موجود تھے۔ مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ خلیفہ اول مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم سیالکوٹی اور مولوی امروہی اور لدھیانہ، کپورتھلہ اور لاہور کے احباب تھے۔ فرمایا:-

آج ہمیں تھوڑی دیر ہوئی الہام ہوا "تائی آئی"۔ ہماری سمجھ میں اس کے معنے اور مطلب نہیں آیا۔ ہماری کوئی تائی نہیں۔ نہ حقیقی نہ رشتہ کی۔ اور رشتہ دار عداوت میں ایسے بڑھ رہے ہیں۔ کہ ہمارے اور ہمارے دوستوں کے خون کے پیاسے ہیں۔ اگر اُن کا بس چلے اور قابو پائیں۔ تو سب کو ہلاک کردیں۔ تم دیکھتے ہو۔ کہ مسجد کے راستہ میں دیوار کھینچ دی ہے جس سے ہمیں اور ہمارے دوستوں کو مسجد میں نماز کے لئے آنے کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اور دور کے راستہ سے چل کر چکر لگا کر آتے ہیں اور یہ برسات کا موسم ہے۔ اور راہ میں گارا کیچڑ بکثرت ہے۔ علاوہ اس کے کنوؤں تک کا پانی بند کر دیا ہے۔ بعض دوستوں کو پانی بھرنے سے روک دیا ہے۔ جنگل میں پاخانہ سے بھی روکتے ہیں۔ رات دن گالیاں دیتے ہیں۔ ہم ہر بات میں صبر کرتے ہیں۔ اور سب کو صبر کی تلقین دیتے ہیں۔ اور ان کی تکلیف دینے کو خدا کے حوالہ کرتے ہیں۔ اس حالت میں اُن میں سے کسی رشتہ دار کے آنے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ ہم اس خیال میں تھے۔ کہ پھر الہام ہوا "تار آئی"۔ اس دوسرے ٹکڑہ الہام سے یہ سمجھ میں آیا ہے۔ کہ شائد پہلا الہام بھی تائی آئی نہیں۔ تار آئی ہی ہوگا۔ چونکہ الفاظ ملتے جلتے ہیں ہماری سمجھ میں تار آئی کو تائی آئی کی تاکید اور تفہیم کے لئے الہام ہو۔ مگر اس الہام سے کہ تار آئی جملہ ناتمام رہتا ہے۔ اور کوئی مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ خدا خوب جانتا ہے۔ اپنے وقت پر بات منکشف ہو جائے گی۔ اور ممکن ہے۔ کہ کوئی تار آجاوے۔ جس میں خوشی یا رنج کی بات ہو۔ عموماً تو تار کے آتے ہی دل لرز جاتا ہے۔ اور خدا خیر کرے کہا جاتا ہے۔ چاہے خوشی کا ہی تار ہو وہ جب پڑھا جاتا ہے۔ تب اصل واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ عالم الغیب ہے اس کی باتوں سے کون واقف ہوتا ہے۔

اس کے بعد ایک دو دفعہ اور ذکر کیا۔ پھر بات آئی گئی ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ گذر گیا۔ خلیفہ اول مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کا زمانہ گذر گیا۔ اب تیسرا زمانہ آیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی دام فیوضہ نے خلعتِ خلافت زیب تن فرمایا۔ تو "تائی آئی" یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی دام برکاتہم کی تائی صاحبہ حضرت مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کی بیوی جو اوّل درجہ کی مخالف تھیں اپنے پورے معنوں میں تائی بنیں۔ اور تائی بن کر اپنے بھتیجے کے ہاتھ بیعت کی تار کے ذریعہ یعنی خدا کی وحی کے ذریعہ نہ کسی کی کوشش سے۔

جب میں نے "الفضل" کے ذریعہ یہ سنا۔ تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ یہ الہام تازہ ہوا۔ اور ایمان بھی ترقی کر گیا۔ کہ کیسی زبردست پیشگوئی ہے۔ اور کیسا زبردست عالم الغیب خدا ہے جس نے ایسے نازک اور مشکلات کے وقت خبر دی۔ اور وہ خوبی اور صفائی سے ہو بہو پوری ہوئی۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت یا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانہ میں یہ واقعہ ہوتا۔ تو اس واقعہ کی کوئی عظمت نہ تھی۔ یہ پیشگوئی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ذات اور زمانہ سے وابستہ تھی۔ الحمد للہ کہ اپنے عین وقت پر پوری ہوئی۔ اس سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی عظمت اور خلافت کی حقانیت کھل جاتی ہے۔ اور آپ خلیفہ برحق ثابت ہوتے ہیں۔ ثم الحمد للہ۔

میں اللہ تعالےٰ کو حاضر ناظر جان کر لکھتا ہوں اور حلف شرعی اٹھاتا ہوں۔ کہ یہ واقعہ اسی طور سے ہے اور سچا ہے۔

"(حضرت) پیر محمد سراج الحق نعمانی قادیانی مرحوم"

وی۔ پی جاری کئے گئے

تمام خریداران جدید کے نام دفتر "الحکم" سے وی۔ پی جاری کئے گئے ہیں۔ تمام دوست اُن کو وصول فرما کر ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔ اور شکریہ کا موقعہ دیں۔

"مینیجر"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را ؎ زندہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

سیرت المہدی کا ایک ورق

روایات بیان کردہ حضرت مولوی مہر الدین صاحب بدری صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نوشتہ حکیم محمد عبد اللطیف صاحب منشی فاضل قادیان

خاکسار مہر الدین احمدی سابق ملازم گارڈ رننگ روم اسٹیشن لالہ موسیٰ ضلع گجرات کو الحمد للہ حضور اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تین سو تیرہ ۳۱۳ صحابہ میں شمولیت کا شرف حاصل ہے۔ خاکسار کا نام نمبر شمار ۲۰۴ پر درج ہے۔ ان تین سو تیرہ صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۱ تا ۴۴ پر لکھے گئے ہیں۔ اور ان تمام اسماء کا اندراج قدسیوں کے بادشاہ حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدسی کلام کی تصدیق کرتا ہے۔ جو کہ جواہر اسرار میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ الْمَھْدِیُّ مِنْ قَرْیَۃٍ یُقَالُ لَھَا کَدْعَہ وَ یُصَدِّقُہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ یَجْمَعُ اَصْحَابَہٗ مِنْ اَقْصَی الْبِلَادِ عَلٰی عِدَّۃِ اَھْلِ بَدْرٍ بِثَلٰثِ مِائَۃٍ وَ ثَلَاثَۃَ عَشَرَ رَجُلًا وَمَعَہٗ کِتَابٌ مَخْتُوْمَۃٌ (مَطْبُوْعَۃٌ) فِیْھَا عَدَدُ اَصْحَابِہٖ بِاَسْمَائِھِمْ وَبِلَادِھِمْ وَخِصَالِھِمْ۔ یعنی مہدی (معہود) اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے (یہ نام دراصل قادیان کے نام کو معرب کیا ہوا ہے) اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کریگا۔ اور دور دور سے اس کے دوست جمع کریگا۔ جن کا شمار اہل بدر کے شمار کے برابر ہوگا۔ یعنی تین سو تیرہ ہونگے۔ اور ان کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہونگے۔ اب ظاہر ہے۔ کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا۔ کہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے۔ اور اس کے پاس چھپی ہوئی کتاب ہو۔ جس میں اس کے دوستوں کے نام ہوں۔ اور نہ ہی یہ اتفاق ہوا ہے کہ امت محمدیہ میں کوئی مہدی پیدا ہوا ہو۔ تو اس کے وقت میں چھاپا خانہ بھی ہوتا اور اس کے پاس ایک کتاب بھی ہوتی۔ جس میں تین سو تیرہ نام بھی لکھے ہوئے ہوتے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اگر یہ کام انسان کے اختیار میں ہوتا۔ تو اس سے پہلے کئی جھوٹے اپنے تئیں اس کا مصداق بنا سکتے۔ مگر اصل بات یہ ہے۔ کہ خدا کی پیشگوئیوں میں ایسی فوق العادت شرطیں ہوتی ہیں۔ کہ کوئی جھوٹا ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور اس کو وہ سامان اور اسباب عطا نہیں کئے جاتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اتمام حجت کے لئے یہ تین سو تیرہ نام انجام آتھم کے علاوہ دوسری کتاب آئینہ کمالات اسلام میں بھی درج فرمائے ہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمارے مہدی کے ظہور کی دو ایسی عظیم الشان علامات ہیں۔ کہ ابتدائے دنیا سے کسی (نبی یا رسول) کے لئے معرض ظہور میں نہیں آئیں۔ یہ کہ رمضان کے مہینہ میں تیرھویں تاریخ کو چاند گرہن ہوگا۔ اور اسی رمضان کی اٹھائیسویں کو سورج گرہن ہوگا۔ چنانچہ یہ دونو عظیم الشان نشان آپ کے دعویٰ کے بعد ۱۳۱۱ھ میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ جن کو پورا ہوتا دیکھ کر ہزارہا سعید روحوں نے آپ کو قبول کیا۔

خاکسار ہر روز لالہ موسیٰ سے جہلم پہنچکر حضرت مولوی برہان الدین صاحب رضی اللہ عنہ سے قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا کرتا تھا۔ حضرت مولوی برہان الدین صاحب اس وقت شرف بیعت حاصل کر کے احمدی ہو چکے تھے۔ ایک دن خاکسار نے حضرت مولوی صاحب ممدوح سے دریافت کیا۔ کہ حضور اقدس علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت کی اصلیت کیا ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا۔ کہ تم خود ہی قادیان جا کر اپنی آنکھوں سے حضرت اقدس ؑ کو دیکھو اور خود آپ کے دعویٰ کو پرکھو اور پوری تحقیقات کرو۔ کسی کے کہنے پر نہ مانو۔ آپ کے فرمانے پر خاکسار چار دن کی رخصت لے کر قادیان آیا۔ ان دنوں میں پادری عبد اللہ آتھم کی پیشگوئی پورا ہونے کو تھی۔ اور ہم لوگ پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ اللہ تعالے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتلایا۔ کہ وہ رجوع کر چکا ہے۔ اس لئے نہیں مریگا۔ میعاد کے گذرنے کے بعد اس پیشگوئی کے متعلق مخالفین میں بہت شور برپا ہوا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے متواتر کئی ہزار روپیہ کے انعامی اشتہارات جو عبد اللہ آتھم سے قسم کے مطالبہ پر مشتمل تھے شائع کر کے دجالی گروہ کی سیہ کاری کو الم نشرح فرمایا۔ اور نیز یہ بھی تحریر فرمایا۔ کہ عبد اللہ آتھم پیشگوئی کی ہیبت اور حق کی شوکت کے سامنے اپنی شوخیوں، بے ادبیوں اور گستاخیوں سے جو اس نے سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے متعلق روا رکھی تھیں توبہ کر چکا ہے۔ اور سنت الہی کے مطابق اس کو اس کے گناہ کی سزا بصورت ندامت وخجالت وبشکل کثرت ہموم وغموم مل چکی ہے۔ لیکن عبد اللہ آتھم نے قسم کھانے سے گریز کیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودہ کے مطابق سات ماہ کے قلیل عرصہ میں بعد حسرت ویاس اس دنیا سے گذر گیا۔ اور حضرت اقدس علیہ السلام کی صداقت دو طرح سے ثابت ہو گئی۔ ایک تو اس کے توبہ اور ندامت کی وجہ سے موت کے عذاب سے بچ جانے کی صورت میں۔ اور دوسرے سچی شہادت کو چھپانے کی سزا پانے کی شکل میں۔ جو آخر اس کو دنیا کے تختہ سے نیست ونابود کر گئی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

جب خاکسار یہاں پہنچا۔ تو دو دن گذرنے کے بعد خاکسار کو حکیم فضل الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور پیش کر کے عرض کی۔ کہ یہ بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ابھی بیعت نہ کریں۔ اور کچھ عرصہ ٹھہریں۔ چنانچہ خاکسار چار دن رہ کر بیعت کئے بغیر ہی چلا آیا۔ حضور علیہ السلام نے میری بیعت اس وجہ سے نہ لی۔ کہ مخالفین کے شور وشر کی وجہ سے کوئی ابتلاء نہ آجائے۔ اس کے تین چار ماہ بعد بھادوں کے مہینہ میں خاکسار دوبارہ قادیان آیا۔ اس وقت میری والدہ صاحبہ فوت ہوئے تھوڑے دن گذرے تھے۔ اور میں سخت بے چینی اور گھبراہٹ میں مبتلاء تھا۔ اور اس لئے قادیان آیا۔ تاکہ حضور علیہ السلام کی ملاقات سے تسکین خاطر واطمینان قلب حاصل ہو۔ بٹالہ سے گاڑی سے اتر کر میں اکیلا پیدل قادیان کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں خاکسار کو خیال گذرا۔ کہ جس ہستی کے پاس میں جا رہا ہوں۔ اگر اس سے مجھ کو طمانیت قلب میسر نہ ہوا۔ تو پھر میرا یہاں آنا بے فائدہ ہے۔ جب میں نہر پر پہنچا۔ تو ظہر کا وقت تھا۔ میں نے ظہر کی نماز ادا کی اور عصر کے قریب قادیان پہنچ گیا۔ اور یہاں پہنچتے ہی ارادہ کیا۔ کہ مسجد مبارک میں چلنا چاہئیے تاکہ نماز عصر بھی پڑھ لوں۔ اور کسی واقف سے ملاقات بھی کر لوں۔ جب میں سیڑھیوں پر چڑھ کر اوپر گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تنہا کھڑے ہیں۔ میں نے آپ کو دیکھتے ہی السلام علیکم عرض کیا۔ اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ تو آپ میرا ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اور مجھ سے دریافت فرمانے لگے۔ کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضور میں لالہ موسیٰ سے حاضر ہوا ہوں۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔ خاکسار نے گذارش کی کہ گارڈ رننگ روم میں خانساماں ہوں۔ اس اثنا میں اور لوگ بھی آ گئے اور بیٹھتے گئے۔ گفتگو سنتے رہے۔ میں نے درخواست کی۔ کہ حضور میری بیعت قبول فرمائیں۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ کیا آپ نے آگے بیعت نہیں کی؟ میں نے عرض کی۔ کہ حضور نے پہلے خود ہی میری بیعت

لینا منظور نہ فرمایا تھا۔ اس لئے بیعت نہیں کر سکا۔ اور نیز یہ بھی عرضداشت پیش کی کہ حضور میری والدہ کا جنازہ بھی پڑھائیں۔ حضور نے منظور فرمایا۔ اور اس وقت میری بیعت لے لی۔ اور تمام لوگوں کے جمع ہو جانے کے بعد عصر کی نماز حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ بعد نماز عصر حضرت اقدس علیہ السلام نے خود فرمایا۔ کہ میاں مہرالدین کی والدہ کا جنازہ پڑھا جائیگا اور حضور علیہ السلام نے خود آگے کھڑے ہو کر میری والدہ کا جنازہ غیب پڑھایا۔ خاکسار کو حضور کی اس مہربانی سے بہت خوشی اور اطمینان حاصل ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے میری والدہ کی مغفرت کا سامان فرمایا۔ اور خود حضرت اقدس مسیح موعودؑ علیہ السلام نے اُن کا جنازہ پڑھایا۔ اس کے ایک آدھ روز بعد خاکسار واپس چلا آیا۔ اور پھر خاکسار کا یہی معمول رہا۔ کہ ہر عید کے موقعہ پر قادیان حاضر ہوتا اس کے بعد جب خاکسار عید کے موقعہ پر قادیان آیا ہوا تھا۔ تو مجھ کو میاں قمرالدین صاحب گھڑی ساز جہلمی ملا۔ جس نے بیان کیا کہ میں بیعت کے ارادے سے قادیان آیا تھا مگر میرے دل میں کچھ قبض ہو گئی ہے۔ اس لئے بیعت کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ ہم نے حضرت اقدس علیہ السلام سے الگ ملاقات کے لئے درخواست کی۔ اور آپ نے اسی روز عصر کے وقت ملاقات کا شرف بخشا۔ اور اندر بالاخانے پر بلایا۔ اسوقت ہم تین آدمی تھے۔ ایک خاکسار اور دوسرا قمرالدین جہلمی گھڑی ساز اور تیسرا ڈاکٹر عبداللہ لاہوری۔ خاکسار نے حضرت اقدس علیہ السلام سے گذارش کی۔ کہ حضور یہ شخص (قمرالدین جو اب غیر مبائعین میں شامل ہو گئے ہیں) بیعت کرنے آیا تھا۔ مگر اب کہتا ہے۔ کہ میرے دل میں قبض ہو گئی ہے۔ دل بیعت کرنے کو نہیں چاہتا۔ یہ بات سُن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ قبض ہوا ہی کرتی ہے۔ اور ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ایمان ایسی چیز نہیں جو یونہی ضائع کی جائے۔ مگر بات یہ ہے۔ کہ یہ جب یہاں سے قبض کی حالت میں جائیں گے۔ تو اُن کا علاج کہاں ہوگا۔ ان کو چاہیئے۔ کہ جب تک قبض ان کے دل سے دور نہ ہو۔ یہاں سے نہ جائیں۔ ہم کسی کے علم وفضل کی پرواہ نہیں کرتے۔ ہم تو لوگوں کے آگے قرآن پیش کرتے ہیں۔ یا مان لیں گے یا جواب دیں گے۔ اگر جواب بھی نہ دیں اور نہ ہی مانیں۔ تو اُن کی شرارت ثابت ہوگی۔ اُسی روز نماز مغرب کے بعد قمرالدین صاحب نے بیعت کر لی اور ہم واپس چلے آئے۔

پھر جب ہم کسی دوسری عید کے موقع پر قادیان آئے تو واپسی کے وقت حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ مولوی برہان الدین صاحب کو ہماری طرف سے کہدیں۔ کہ وہ یہاں چلے آئیں۔ اُن کے یہاں رہنے سے ہمیں بہت آرام ہوتا ہے۔ وہ کاپیاں پڑھتے اور پروف کی صحت کرتے ہیں۔ اگر وہ اخراجات کی زیادتی کا عذر کریں۔ تو اُن کو کہدیں۔ کہ تمام خرچ کے ذمہ دار ہم ہیں۔ چنانچہ یہ باتیں میں نے مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچا دیں۔

بیعت کے بعد میں اکثر احمدی احباب کو اپنے رؤیاء کشوف والہام کا ذکر کرتے سنتا تھا۔ اور چونکہ میں نیا احمدی تھا۔ مجھے خیال ہوا۔ کہ مجھ میں ابھی بہت کچھ خامی ہے۔ اس لئے اس نعمت سے محروم ہوں۔ اُس زمانہ میں یاغستان کے علاقہ میں عمرا خاں (ان کے تین لڑکے احمدی ہو چکے ہیں۔ دو زندہ ہیں اور ایک فوت ہو گیا ہے۔ چند روز ہوئے ان کا ایک لڑکا جسکا نام عبدالمجید ہے قادیان آیا تھا۔ اور دس پندرہ دن رہ کر واپس چلا گیا) کی جنگ انگریزوں کے ساتھ جاری تھی۔ میں نے چار عجیب غریب خوابیں دیکھیں۔ جن میں بعض منذر معلوم ہوتی تھیں۔ ان دنوں میں لیکھرام والی پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔ خاکسار چار دن کی رخصت لے کر حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور علیحدہ ملاقات کی درخواست کی حضور نے مجھ کو بالاخانے میں بلا لیا۔ وہاں پر ایک تخت اور ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ آپ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں حضور کی خدمت میں پہنچا۔ تو آپ نے مجھے تخت پر بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔ میں اس پر بیٹھ گیا۔ اور اپنی چاروں خوابیں حضور کی خدمت میں بیان کیں۔ حضور نے خوابوں کو سن کر کوئی تعبیر بیان نہ فرمائی صرف یہ فرمایا۔ کہ خوابیں اچھی ہیں۔ فکر مت کریں۔ اور میری گھبراہٹ کو دیکھ کر تسلی دی۔ اور جب ہم عید کے موقع پر آئے تو حضور نے فرمایا۔ کہ ارادہ ہے کہ عید کے دن گاؤں کے لوگوں کو روحانی اور جسمانی دونو دعوتیں دی جائیں۔ اور اُن کو سمجھانے کے لئے حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب اور مولوی برہان الدین صاحب مقرر کئے جائیں۔ میں نے گذارش کی کہ حضور میری بھی ایک عرض ہے۔ آپ نے فرمایا۔ فرمائیے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ اگلی عید کے موقعہ پر حضور نے مولوی محمد احسن صاحب کو تقریر و تبلیغ کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ انہوں نے جو وعظ فرمایا۔ اس کو علم والے اصحاب نے سمجھا۔ اور فائدہ اُٹھایا۔ عوام جو علمی باتیں نہیں سمجھ سکتے وہ محروم رہے۔ اس لئے اس عید پر مولوی برہان الدین صاحب کو پنجابی میں تقریر کرنے کا موقع دیا جائے۔ آپ نے پسند فرمایا۔ اور جب حضرت مولوی نورالدین صاحب تقریر کر چکے۔ تو مولوی برہان الدین صاحب نے حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ میری جگہ بھی آپ ہی وعظ فرما دیں۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا۔ کہ اس کے متعلق حضرت اقدس علیہ السلام سے عرض کریں۔ یہ بات سُن کر مولوی برہان الدین صاحب وعظ کے لئے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اثنائے تقریر میں ایک مثال یہ بیان کی کہ علاقہ بار میں دو عورتیں آپس میں لڑا کرتی تھیں۔ لیکن ایک عورت تھوڑی سی لڑائی کے بعد ذرا خاموش ہو جایا کرتی تھی۔ اس پر اُس عورت کی پڑوسن نے اُس کو کہا۔ کہ یا تو تو لڑائی نہ کیا کر۔ یا پھر جلدی سے خاموش نہ ہو جایا کر۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ اس دوسری عورت کو میرا ایک عیب معلوم ہے۔ میں ڈرتی ہوں۔ کہ لڑنے جھگڑنے کے وقت یہ عورت میرا وہ عیب ظاہر نہ کر دے اور مجھے تمام عمر کے لئے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ اور وہ عیب یہ ہے۔ کہ ہم ایک دفعہ فاقہ سے سخت مجبور ہو گئے۔ اور نہ سنا تھا۔ کہ سات دن کے فاقہ کے بعد حرام چیز بھی کھا لیں تو جائز ہے۔ اور ہم نے ایسی حالت میں ایک دن کُتے کا گوشت پکایا ہوا تھا۔ کہ یہ آگ لینے آئی۔ اُس نے پوچھا کیا پکایا ہے۔ ہم نے بتلا دیا۔ یہ ہمارا عیب اس کو معلوم ہے۔ پڑوسن نے کہا۔ کہ اس کا آسان علاج یہ ہے۔ کہ اب اگر اُس سے لڑائی ہو۔ تو یہی عیب اُس پر لگا دے۔ چنانچہ جب ان دونوں کی کسی دوسرے وقت لڑائی ہوئی۔ تو اُس نے ایسا ہی کیا۔ دوسری عورت بولی یہ کام تو تُو نے کیا۔ اور الزام مجھ پر لگاتی ہے۔ اور اس طرح بات مشتبہ ہو گی۔ یہی حال موجودہ زمانہ کے علماء کا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو ہماری اصلاح کے لئے اور ہماری کمزوریوں اور عیوب کو ظاہر کر کے ان کو دور کرنے کے لئے آئے تھے۔ مگر علماء زمانہ نے اُلٹا آپ پر الزامات لگائے۔ اور اتہامات باندھنے شروع کر دیئے۔

یہ مثال سنکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام خوش ہوئے اور آپ نے تبسم فرمایا۔ اس روز قریباً پچیس ۲۵ آدمیوں نے بیعت کی۔ اور بعض نے کہا۔ کہ آج تک ہمیں یہ علم نہ تھا۔ کہ مولوی لوگ ہم کو دھوکا دے رہے ہیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کرم دین والے مقدمہ کی تاریخ پر جہلم تشریف لے گئے۔ تو آپ کی زیارت کے لئے خلقت کا انبوہ کثیر جمع ہو گیا۔ اور مخالفین نے یہ مشہور کیا۔ کہ (نعوذ باللہ) مرزا صاحب کو برص کی شکایت ہے۔ اس لئے پاؤں پر جرابیں پہنے رہتے ہیں۔ اور منہ پر برقعہ اوڑھے رکھتے ہیں۔ اسوقت قیام امن وغیرہ کے انتظام کے لئے بابو غلام حیدر صاحب تحصیلدار مامور تھے۔ انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی۔ کہ بہت سے لوگ حضور کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو موقع مل جائے۔ تو بہت اچھا ہوگا حضرت اقدسؑ اُن کی درخواست پر وہاں کھڑے ہو گئے۔ اور تمام لوگوں نے آپ کی زیارت کر لی۔ بابو غلام حیدر صاحب نے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ دیکھو! تم کہتے تھے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو برص کی بیماری ہے۔ اور انہوں نے جرابیں اور برقعہ پہنا ہوا ہے۔ اب ان کے ہاتھ اور

پاؤں اور چاند سا چہرہ دیکھ لو۔ اور دھوکے میں نہ رہو۔

واپسی کے وقت جب اسٹیشن لالہ موسیٰ پر آپ کی گاڑی پہنچی۔ تو مجھے کہا گیا۔ کہ حضرت صاحب والے ڈبہ میں پانی نہیں ہے۔ پانی کا انتظام کروا دو۔ میں اسٹیشن ماسٹر کے پاس گیا۔ تو انہوں نے مجھ سے حضرت صاحب کے دعوےٰ کے متعلق دریافت کیا۔ میں نے کہا۔ کہ میں کوئی انگریزی دان بلا لاتا ہوں۔ جو آپ کو اچھی طرح سمجھا دے۔ (کیونکہ وہ انگریز تھے۔) انہوں نے کہا بہت اچھا۔ اس پر جب خاکسار نے واپس آکر حضرت اقدس سے ذکر کیا۔ تو آپ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو میرے ساتھ بھیج دیا۔ جب حضرت مفتی صاحب اسٹیشن ماسٹر صاحب سے ملے۔ اور انہوں نے حضرت اقدسؑ کے متعلق دریافت کیا۔ تو حضرت مفتی صاحب نے علاوہ اور باتوں کے یہ بھی ذکر کیا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ماننے والی تین قومیں اس وقت دنیا میں موجود ہیں۔ اوّل یہود انہوں نے کہا۔ کہ مسیح آیا مگر جھوٹا آیا۔ سچا نہ آیا۔ دوسری عیسائی قوم انہوں نے کہا کہ مسیح آیا مگر (نعوذ باللہ) لعنتی آیا۔ جو ہمارے گناہ اٹھا کر لعنتی ہوگیا۔ تیسری قوم مسلمانوں کی تھی انہوں نے کہا۔ کہ مسیح آیا۔ مگر نامراد رہا۔ اور نامراد چلا گیا۔ کیونکہ بغیر کام کے آسمان پر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کے جواب میں مثیل مسیح کو بھیج دیا۔ تاکہ تینوں قومیں دیکھ لیں۔ کہ پہلا مسیح نہ تو جھوٹا تھا۔ اور نہ لعنتی تھا۔ اور نہ نامراد تھا۔ بلکہ کامیاب تھا۔ اور یہ بھی کامیاب ہو رہا ہے اور کامیاب ہو کر جائیگا۔

جب حضرت مفتی صاحب اسٹیشن ماسٹر کو تبلیغ کر چکے۔ تو گاڑی چل دی۔

اس کے بعد جب دوسری عید الضحیٰ کے موقعہ پر ہم آئے۔ تو حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کی نماز کے بعد ہم لوگوں کو کہا۔ کہ آج میں نے حضرت اقدس سے عرض کی تھی۔ کہ ہم لوگ جو یہاں بیٹھے ہیں۔ ہماری خواہش ہے۔ کہ ہم حضورؑ کی زبانِ مبارک سے کلمات الطیبات سنیں۔ اور یہ لوگ جو اپنے گھروں سے عید چھوڑ کر آئے ہیں۔ ہمارا وعظ سننے نہیں آئے۔ ہماری تقریریں تو انہوں نے بہت سنی ہیں۔ یہ لوگ بھی اس خواہش سے آتے ہیں۔ تاکہ حضور کی زبانِ مبارک سے انفاس قدسیہ سنیں۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ آج اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے۔ کہ تم لوگوں کو کچھ سناؤ۔ ہم نشان دکھائیں گے۔ مگر میں حیران ہوں۔ کہ ساری رات دردِ سر ہوتا رہا ہے۔ اور مضمون بھی کوئی نہیں سوچا۔ میں نہیں جانتا۔ کہ کیا سناؤں گا۔ اور کیا مضمون ہوگا۔ مگر کچھ سنانا ضرور ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ میں کرسی پر بیٹھ کر خطبۂ الہامیہ جو عربی میں تھا۔ سات بجے سنانا شروع کیا۔ جو دس بجے ختم ہوا۔ حضور کی آنکھیں بند تھیں۔ اور حضور ایک ایک فقرے کو دو دو دفعہ بولتے تھے۔ اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب ساتھ ساتھ لکھتے جاتے تھے۔

ایک دفعہ ہم دسمبر کے جلسہ پر آئے تو حضور علیہ السلام نماز فجر کے بعد بیٹھ گئے۔ اور لوگوں نے کئی آدمیوں کے متعلق سنانا شروع کیا۔ کہ فلاں فلاں انگریزی امتحان میں پاس ہو گیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے منشاء کو کوئی سمجھ نہیں سکتا ایک دفعہ اسی بالاخانے پر بیٹھا ہوا تھا۔ کہ (مرزا) سلطان احمد (صاحب مرحوم) نے خط لکھا۔ کہ میں نے تحصیلداری کا امتحان دیا ہے۔ آپ دعا کریں۔ کہ میں پاس ہو جاؤں۔ میں نے اس بات کو ناپسند کیا۔ کہ یہ جب خط لکھتا ہے دنیا کے لئے ہی لکھتا ہے۔ کبھی اس نے دینی ترقی کے لئے نہیں لکھا۔ اور خط کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ اس کے بعد مجھے بتایا گیا ہے۔ کہ وہ پاس ہو گیا ہے۔ میں حیران ہوا۔ کہ دعا تو میں نے کی نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے اسے پاس کر دیا۔

اس کے بعد اس کا خط آیا۔ کہ میں آپ کی دعا سے پاس ہو گیا ہوں۔

یہ بات حضرت اقدس کی صداقت کی زبردست دلیل ہے۔ جھوٹے لوگ تو خواہ مخواہ اپنے متعلقین کی کامیابی کو اپنی دعاؤں کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ اور اس طرح اپنی بزرگی جتلاتے ہیں۔ مگر حضرت اقدسؑ نے اصل واقعہ کو جس سے تمام لوگ ناآشنا تھے۔ صحیح طور پر ظاہر کر دیا۔

اس کے بعد حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں نماز میں لذت نہیں آتی میں کہتا ہوں۔ کہ ایسے لوگوں کو بار بار ایاک نعبد و ایاک نستعین پڑھنا چاہیئے۔ اور جب تک لذت نہ آئے۔ چھوڑیں نہیں۔ کیونکہ کبھی لذت کا موجب پاؤں کا رُکنا بھی ہو جاتا ہے اہل اللہ کے متعلق سنا گیا ہے۔ کہ بہت دیر تک بار بار ایاک نعبد و ایاک نستعین پڑھا کرتے تھے۔ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ اس بات کو سن لیں اور جو یہاں موجود نہیں اُن کو سنا دو۔ والسلام۔

خط و کتابت کرتے وقت از راہ کرم اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر کریں۔ تاکہ تعمیل میں آسانی ہو۔ ورنہ شکایت عدم تعمیل معاف۔ "مینجر"

ریویو

شہید پجارن

عبد الستار صاحب قمر اجنالوی کے نام سے اکثر احباب واقف ہونگے۔ آپ کے مضامین نظم و نثر رسالہ "المبشر" اور اخبار "الحکم" میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ نے حال ہی میں ایک اسلامی قصہ "شہید پجارن" کے نام سے لکھا ہے۔

اسلوب بیان نہایت دلکش اور زبان بہت سلیس ہے۔ عزیز المکرم قمر صاحب کی یہ کوشش نہایت کامیاب ہے۔ کتاب کے پبلشر سیٹھ آدم جی عبد اللہ اینڈ کمپنی نولکھا بازار لاہور ہیں۔ جنہوں نے کتاب کی ظاہری نشو و نما کے بہتر بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ پنجاب کے اردو اخبار و رسائل اِس کتاب کی بے حد تعریف کر رہے ہیں۔

سائز ۲۰×۳۰/۱۶ حجم ۵۶ صفحے قیمت صرف ۶/

ہم ناظرین کو اس کتاب کے مطالعہ کی پُرزور سفارش کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل پتہ سے طلب کیجیئے۔

سیٹھ آدم جی عبد اللہ اینڈ کمپنی نولکھا بازار لاہور

اعلان نمبر ۱

یہ پرچہ بوجہ میری روانگی بمبئی کے ڈبل کیا جاتا ہے۔

برادرم معظم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم بوجہ اپنی بیماری کے جلد قادیان نہیں پہنچ سکے۔ اس لئے ان کی غیر حاضری میں مجھے اور دو ہفتہ مجبوراً قیام کرنا پڑا۔ میری چونکہ ملازمت کا سیزن شروع ہو چکا ہے۔ اور مجھے جلد حاضر ہو جانا ضروری ہے۔ لہٰذا اس مجبوری اور معذرت کو قبول فرمایا جائے۔ انشاء اللہ یہ تمام کمی ایڈیٹر الحکم کی آمد پر پوری ہو جائیگی۔

(۲)

الحکم کی اشاعت کا خاطر خواہ انتظام کر دیا گیا ہے۔ نیز الحکم کے لئے تجربہ کار ایڈیٹر کا انتظام کیا گیا ہے۔ تاکہ ادارہ کو کسی قسم کی دقت نہ ہو۔ اور اخبار ٹھیک وقت پر ناظرین تک پہنچایا جائے۔

خاکسار

محمد ابراہیم علی عرفانی

حیاتِ نورؓ کا ایک ورق

حضرت حکیم الاُمّت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے ارشادات

قرآن شریف عمل کے لئے ہے۔ اور عمل کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس کا علم ہو۔ اور قرآن شریف کا علم حاصل ہوتا ہے **تقوٰی** سے۔ پس تم تقوٰی اختیار کرو۔

اپنے گناہوں کی معافی کے لئے جب خدا تعالیٰ سے دُعا مانگو۔ تو چھپکر اور آہستہ مانگا کرو۔

زبر الاوّلین کی ساری صداقتیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اُن میں ان صداقتوں کے دلائل نہیں مگر قرآن شریف ان کو مدلّل بیان کرتا ہے۔ اور اسرار شریعت سے آگاہی بخشتا ہے۔

جھوٹا آدمی قرآن شریف سے استدلال نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تو اُس کے سننے سے بھی عاری ہوتے ہیں۔ اِنّھم عن السمع لمعزلون ان کے لئے ہی ہے۔ پھر ان کا اس پر عمل درآمد کیونکر ہو۔ اور قرآن اُن کے لئے راحت جان نہیں ہو سکتا قرآن شریف تو ایسی چیز ہے۔ کہ اس سے ہم تمام دنیا کے صادق اور کاذب میں فرق کر سکتے ہیں۔

قرآن شریف کو پڑھو۔ اور آیات اللہ پر غور کرو۔ کہ کیا تم کو قرآن شریف سے لذت آتی ہے۔ یا کسی اور کے کلام سے۔ پھر تمہیں پتہ لگ جائیگا۔ کہ تم کون ہو؟ قرآن شریف سعید، شقی دو ہی قسم کے آدمیوں کا ذکر کرتا ہے۔ اس طریق پر تم اپنی سعادت اور نجات یا شقاوت اور سزا کا پتہ لگا سکتے ہو۔

ایمان تمام خوبیوں کا جامع ہے۔ اور **کفر** تمام بدیوں کا۔

اصل قرآن شریف کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ اور اس کو سمجھا جائے اور اوروں کو سمجھایا جائے۔

جب مامور من اللہ دنیا میں آتے ہیں۔ تو تین چیزیں اُن کے زمانہ میں واقع ہوتی ہیں۔ ۱۔ دنیا میں قحط پڑتے ہیں۔ ۲۔ لڑائیاں ہوتی ہیں۔ ۳۔ دبائیں آتی ہیں۔

اللہ کے احسان یاد کرنے سے بغض۔ حسد کینہ وغیرہ بیماریاں رفع ہو جاتی ہیں۔

فساد کے معنے یہ ہیں۔ کہ اللہ کی سی اطاعت اور محبت کسی اور سے کی جاوے۔ اور شفقت علیٰ خلق اللہ نہ ہو۔ یہی امور فساد کی اصل ہیں۔

امام کے لئے تین شرطیں ہیں۔ اوّل۔ احکام الٰہی مخلوق کو پہنچاتا ہے۔ دوم۔ مستقل مزاج ہوتا ہے۔ کوئی امر اُس کی دعوت اور تبلیغ کی راہ میں روک نہیں ہو سکتا۔ سوم۔ اس کو احکام الٰہی پر پورا یقین ہوتا ہے۔

حصول رزق کے گُر:۔ (۱) جناب الٰہی میں دُعا مانگنا۔ ۲۔ اُن قوانین پر کاربند ہونا جو رزق کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں بیان فرمائے ہیں۔ ۳۔ خدا تعالیٰ کے عطیات اور انعامات کا شکر کرنا۔ ۴۔ متقی بننا۔

مسلمان کو پکا مسلمان ہونے کے واسطے کم از کم دو کام ضرور کرنے چاہئیں۔ ۱۔ کم از کم پانچ یا زیادہ سے زیادہ دس آیتیں ہر روز فکر سے پڑھنی چاہئیں۔ اور نماز سنوار سنوار کر پڑھنی۔ التحیات زبانی عبادتیں۔ الصلوات۔ بدنی عبادتیں۔ الطیبات مالی عبادتیں۔

قرآن شریف نے دلائل قیامت بیان کرتے ہوئے ایک لطیف دلیل دی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ قل سیروا فی الارض۔ کہدو۔ کہ اُن ملکوں کی سیر کرو جہاں انبیاء علیہم السّلام جو مصدق قیامت تھے آئے تھے۔ فانظروا کیف کان عاقبۃ المجرمین۔ پس تم دیکھو کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں سے قطع کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔ یعنی جو لوگ مکذب اور منکر قیامت تھے۔ ان کے انجام پر نظر کرو۔ قیامت کا منکر جب قیامت کے قائل کے سامنے بشکل مخالف کھڑا ہوتا ہے۔ اور مقابلہ کرتا ہے۔ تو منکر ہلاک ہو جاتا ہے۔ جس سے مصدق قیامت کے ساتھ تائید الٰہی ثابت ہوتی ہے۔ اور یہی قیامت کی بیّن دلیل ہے۔

المودۃ فی القربیٰ کے معنی بیان کرتے ہوئے حضرت حکیم امتؓ نے فرمایا:۔

قربیٰ:۔ ۱۔ وہ باتیں جن سے تم مقرب باللہ بن جاؤ۔ (میں چاہتا ہوں کہ یہ معنی سب سے مقدم ہوں۔ نور الدینؓ) ۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام قریش قریبی رشتہ دار تھے۔ اور ان تمام میں باہم ہمیشہ جنگ وجدال رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہیں تم سے کچھ نہیں چاہتا۔ سوائے اس کے کہ تم باہم کی لڑائیاں چھوڑ دو۔ اور آپس میں محبت کرو۔ ۳۔ تمام قربان خدا کے ساتھ محبت کرو۔

و السابقون الاولون من المھاجرین و الانصار۔ الاٰیۃ۔ (۴) قربیٰ جمع الاقارب۔ کنتم بنعمتہ اخوانا۔

اطاعت تین طرح سے ہوتی ہے۔ اوّل محبت اطاعت کا ذریعہ ہے۔ محبوب کے حکموں کی فرمانبرداری کی جاتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر محبوب تو خدا ہی ہے۔ دوم۔ خوف بھی ذریعہ اطاعت ہے سب سے زیادہ احکم الحاکمین خدا کا خوف رکھنا چاہیئے۔ جو اللہ جلّ شانہٗ ہے۔ سوم۔ ایسا حاجت روا جو تمام حاجتوں کا پورا کرنے والا۔ اور حاجتوں پر پوری خبر رکھنے والا۔ اور حاجتوں کے پورا کرنے پر قادر وہ صرف خدا ہی ہے۔

گناہ سے بچنے کے دو بڑے گُر ہمیشہ یاد رکھو اوّل۔ ہروقت دل میں یقین کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال دیکھتا اور جانتا ہے۔ دوم۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت پر ایمان لاؤ۔ واللہ مخرج ماکنتم تکتمون۔ یعنی جو گناہ ہم پوشیدہ ہو کر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اُسے ظاہر کر دیگا۔

شیطان کبھی کبھی نیکی کے رنگ میں بھی انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ ایسے اوراد اور وظائف بتائے جاتے ہیں۔ کہ انسان با جماعت نماز سے رہ جاتا ہے۔ پس انسان کو اپنی نیکیوں کا گمان اور غرور نہیں کرنا چاہیئے۔ اور چونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف قوتیں دیئے ہیں۔ اس لئے جو بات اس کو نہیں دی گئی اس کو چاہیئے۔ کہ دوسروں سے لیکر اس کا فائدہ اٹھاوے اور اس میں اپنی کسر شان نہ سمجھے۔ اس لئے فرمایا ہے۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔ کے میں یہ معنی کیا کرتا ہوں۔ کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں کندن بنا دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا کوئی فعل عبث اور بے ہودہ نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان ہی کی بہتری اور بہبودی کے واسطے ہوتا ہے۔ اس لئے اولاد اور مال بھی انسان کو کندن بنا دیتا ہے۔ اُن کی خبرگیری۔ احتیاط۔ سلوک وغیرہ سے اس کی اخلاقی قوتوں کا نشوونما ہوتا ہے۔ لیکن جس شخص کو ایسا موقعہ حاصل نہیں۔ وہ اِن اخلاق فاضلہ کو کیسے سیکھ سکتا ہے۔

قرآن شریف کی تلاوت کرو۔ مگر عمل کے لئے۔ اور اگر قرآن شریف میں کوئی آیت ایسی پاؤ۔ جو دو بھر معلوم ہو۔ اور ایسا نظر آوے کہ اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ تو یاد رکھو کہ ایسا خیال سخت خطرناک ہے۔ اسی وقت استغفار کرو۔ کیونکہ یہ حالت شیطان کی ہوتی ہے۔ جو قرآن شریف اس کے لئے باعث راحت نہیں ہے۔ پس تم ایک ڈائری بناؤ۔ اور اُس میں وہ تمام باتیں جو تم سنو پڑھو۔ درج کرو۔ اور ان میں غور کرو۔ کہ کیا تمہیں قرآن شریف سے لذت آتی ہے۔ یا کسی اور کے کلام سے۔ پھر تمہیں پتہ لگ جاوے۔ کہ تم کون ہو!

حیاتِ صافی کا ایک ورق

دُعاء کامل کی شناخت

اللہ تعالے نے بڑی عظیم الشان دعا جو ہم کو سکھائی ہے۔ اس کی نظیر کسی دین اور مذہب میں پائی نہیں جاتی۔ دنیا کے مختلف مذاہب کے ہادیوں اور بانیوں نے اپنی اپنی جگہ اپنی قوم کو جو دعائیں سکھائی ہیں۔ وہ اس دعا کے مقابل پر جو ہمارے ہادیٔ کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ہمیں ملی ہے۔ کوئی ہستی ہی نہیں رکھتی ہیں۔ اور اُن دعاؤں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ جو لوگوں نے بنائی ہیں۔

وہ دعا جو ہم کو سکھائی گئی ہے۔ وہ سورہ فاتحہ کی دعا ہے۔ اس دعا کا دوسری ساری دعاؤں سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی عاجز بجز اس کے انسان کی عبودیت کاملہ اور اللہ تعالے کی الوہیت کے حقیقی اور واقعی منشا کے اظہار کے لئے کافی نہیں ہے۔

دعا کی خوبی اور اُسکا کمال یہ ہے۔ کہ اس میں تین باتیں ہوں۔ اور اللہ تعالے کی وہ حمد وثنا کی جاوے جو اس کی شان کے شایاں اور سزاوار ہے۔ اور پھر وہ مدح وثنا ایسی ہو۔ کہ عبودیت کے ساتھ اس کا کامل تعلق ہو۔ جو کچھ انسان منہ سے نکالے۔ وہ ایسے الفاظ ہوں۔ کہ اس کے دل پر پورا اثر ڈالنے والے ہوں۔ اور ایسا گہرا نقش پیدا کریں کہ اسوقت وہ نئی پیدائش کا موجب ہوسکیں۔

دوسرا مقصد کامل دعا کا یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ تمام منافع اور مفاد کی چیزوں کو اللہ تعالے سے مانگے۔

اور سوم اس دعا میں تمام ضرورتوں سے بچنے کی التجا ہو۔ جو دنیا اور آخرہ میں پہنچ سکتے ہیں۔ اور اس دعا میں ان تینوں باتوں کو جمع کر لیا ہے الحمد للہ سے مالک یوم الدین تک اللہ تعالے کی ایسی تعریف کی ہے۔ کہ اس سے بہتر تو کیا اسکی مانند بھی نہیں کر سکتا۔ پھر اھدنا الصراط المستقیم سے لے کر صراط الذین انعمت علیہم تک وہ وہ مانگی ہے۔ جس پر چل کر ہر قسم کی دینی ودنیوی بھلائیاں اور مفاد حاصل ہوتے ہیں۔ وہ یہ راہ ہے جس پر چل کر ایک قوم برگذشتہ ہوگئی۔ یہ وہ راہ ہے جو تجربہ شدہ ہے۔ جس نے ایک قوم کو منزلِ مقصود تک پہنچا دیا ہے۔ صراط الذین انعمت علیہم سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جسقدر راستباز دنیا میں پہلے آئے ہیں۔ وہ اسی راہ پر چلنے والے تھے۔ اور کامیاب ہوئے۔

غرض خدا کی حمد وثنا کی کاملیت اور مفاد طلبی کی جامعیت اس میں موجود ہے۔

اور پھر تیسرا حصہ کامل دعا کا یہ ہوتا ہے۔ کہ سارے نقصانوں سے بچنے کی خواہش ہو۔ وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے پورا ہوتا ہے۔ یعنی ان تمام ضرورتوں روکوں اور رکاوٹوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ جو سچائی کی راہ میں پیدا ہوتی اور ہوسکتی ہیں۔

میرا مقصد اس وقت ان تمام باتوں پر بالتفصیل گفتگو کرنے کا نہیں ہے۔ بلکہ ایک امر کا تحدیث بالنعمۃ کے طور پر ذکر کرنا ہے۔

یاد رکھو انسان کبھی کسی کام کے کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جب تک یقیناً اُسے معلوم نہ ہو۔ کہ اس میں یہ منفعت ہے۔ لیکن جب یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ سڑک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اور اس پر چلنے والے کامیاب ہوتے ہیں۔ تو اس سے بڑھ کر ترغیب دینے والی بات کیا ہوگی۔ چنانچہ دیکھ لو کہ جسقدر دنیا میں راستباز آئے ہیں۔ اُن سب کی یہی راہ تھی۔ اور وہ کامیاب اور بامراد ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دعا سکھائی۔ تو دکھا دیا۔ کہ آدم سے لے کر مجھ تک جسقدر نبی دنیا میں آئے ہیں وہ اسی راہ پر چلکر مظفر ومنصور ہوئے ہیں۔ اور میرا کامیاب ہونا اور میرے دشمنوں کا نامراد رہنا اس راہ کی حقیقت پر گواہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ آپ کے دشمن ناکام اور آپ کامیاب ہوئے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے دو نام اللہ تعالے نے رکھے۔ ایک بشیر اور دوسرا نذیر۔ بشیر خوشخبری دینے والا۔ اُن لوگوں کو جو آپ کے متبع تھے۔ اور نذیر مخالفوں کو ڈرانے والا۔

تاریخ گواہ ہے۔ کہ یہ نام کیسی چمک دمک سے ظاہر ہوئے۔ جو دشمن آپ کے مقابل ہوئے خواہ وہ مکہ کے کفار تھے۔ یا غسان کے عیسائی۔ خواہ ایرانی خواہ رومی۔ خواہ یہودی بت پرست جو کوئی مقابلہ کے لئے آیا۔ اس نے سخت ذلت اٹھائی۔ اور وہ لوگ جو مذہب کے لئے ستائے گئے تھے۔ باوجود بے نوا۔ بے سامان ہونے کے اُن سرزمینوں اور املاک کے مالک ہوئے جو قیصر وکسریٰ کے قبضہ میں تھیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا تھا۔ کہ غریب ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین جو چھوٹی چھوٹی تجارتوں پر گذارہ کرتے تھے ایسے بامراد ہونگے۔ کہ قیصر وکسریٰ کو فتح کریں گے۔ اور شام کی ندیوں اور باغات کے مالک ہونگے۔ اور مکہ کی سرزمین اُن کے پاؤں کی چوکی ہوگی۔ مگر اب اس کو کون جھٹلا سکتا ہے؟

مجھے افسوس آتا ہے۔ کہ کاش یورپ کی عیسائی قومیں یہ تنقیح نکالیں کہ خلیفۃ اللہ کے نشان کیا ہوتے ہیں؟ تو اُن کو صاف نظر آ جائیگا۔ کہ آنحضرت صلعم خدا تعالے کے خلیفۂ برحق اور سچے مظہر ہیں۔

دیکھو اسوقت لارڈ کرزن وائسرائے ہند اور وہ قیصر ہند کا نائب ہے۔ کیا کوئی اس کی بے ادبی کر سکتا ہے۔ یا اس کا نام ہتک سے لے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ فی الفور اس کو سزا دی جاوے۔ کیونکہ وہ نائب اور خلیفہ ہے۔ وہ ایک مقتدر شہنشاہ ہے۔ وہ انعام دے سکتا ہے۔ اور عذاب دیسکتا ہے۔

پھر جو اللہ تعالیٰ کا مظہر اور اس کا خلیفہ ہو۔ اس کی شناخت میں کیا مشکلات ہوسکتے ہیں۔ یاد رکھو خدا کا مظہر خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ وہ بشیر ونذیر ہوتے ہیں۔ ان میں اعدام وجود کی صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ ایک قوم کو بود کرتے ہیں اور ایک کو نابود کرتے ہیں۔ یہ صفات اعلیٰ اور اکمل طور پر آنحضرت صلعم میں جلوہ گر ہوئی تھیں اور آپ کی نبوت کے ثبوت کا ایک یقین نشان تھیں۔ جس نے دوسرے نبیوں کی نبوتوں کو بھی ثابت کر دیا ہے۔ اس زمانہ میں خدا نے آنحضرت صلعم کے طفیل سے یہ نعمت اور فضل حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کیا ہے۔ اور اسکو بشیر ونذیر ناموں کے ساتھ بھیجا۔ جیسے فرمایا:۔

دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اُسے
قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا
اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی
ظاہر کر دیگا۔

اور اس کا اظہار ہو رہا ہے۔

غرض کامل دعا کے صفات سورہ فاتحہ میں پائے جاتے ہیں۔ اور اس کا زندہ ثبوت اسوقت موجود ہے۔ جو ہماری ترغیب کے لئے کافی ہے۔ اس لئے ہم کو چاہیئے کہ منعم علیہم کی راہ اختیار کریں۔ وہ راہ جو آدم سے لیکر آنحضرت صلعم اور آپ سے لے کر حضرت مسیح موعود تک تجربہ شدہ راہ ہے۔ اور جس پر چلکر ایک قوم بود اور دوسری اُسے چھوڑ کر نابود ہوتی ہے۔ ہماری جماعت جس پر خدا تعالے نے ظہور کیا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ اس نعمت کی قدر کرے۔ وہ اس کو اس طرح جیسے موسیٰ کی قوم کو کہا۔ یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی الآیۃ کہتا ہے۔ کہ اے احمدیو! یاد کرو کیسے انعام تم پر ہیں۔ دنیا میں تم اپنی راستبازی اور تقویٰ وطہارت میں ایک نمونہ دکھاؤ۔ خدا تعالے ہم سب کو توفیق دے۔ آمین

صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سوانح حیات چوہدری امیر محمد خان صاحب کارکن سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ ایاک نعبد وایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ آمین۔

میری پیاری والدہ ماجدہ (خدا اُن پر ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔) فرمایا کرتی تھیں۔ کہ تیری پیدائش ۱۸۷۵ء سوموار کے دن کی ہے۔ جو کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک کا دن ہے۔ میرے عطا محمد خاں اور شیر محمد خاں دو بڑے بھائی تھے۔ اور ایک بڑی ہمشیرہ اور ایک چھوٹی ہمشیرہ تھی۔

میں ابھی تین سال کا تھا۔ کہ میرے والد صاحب (خدا آپ پر بے شمار برکتیں نازل کرے۔) اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اور آپ کے بعد دادا صاحب کا سایہ سات سال تک میرے شامل حال رہا۔ شروع شروع میں جب میں انگلی پکڑ کر چلنے کے قابل ہؤا۔ تو سب سے پہلا سبق جو دادا صاحب نے مجھے دیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ "اللہ تعالیٰ فرماوندا اے۔ کہ اے بندیو میریو نیکی کرو۔ نیکی تے میں راضی ہوواں۔" اور پھر ہر روز شام کے وقت کھانا کھا چکنے کے بعد آپ مجھے گھر سے اپنے پاس بلا لیتے اور دیگر خادموں کے ہمراہ مجھ سے اللہ اللہ اور لا الٰہ الا اللہ کے ذکر جلی کا مقابلہ کراتے۔ اور کبھی کبھی کھانا کھاتے مجھے بھی پیار و محبت کے ساتھ بٹھا لیتے۔

میری ایک بڑی ہمشیرہ تھی۔ جو مجھے گودی میں اٹھا کر یہ الفاظ لوری دیا کرتی تھیں۔ "سیؤنی میں اللہ کولوں میرا (امیر احمد) لیا منگ کے۔" میری یہ ہمشیرہ بہت نیک اور پارسا تھیں۔ اللہ تعالےٰ نے میرے ذریعہ اُن کی وفات سے چند ماہ پہلے ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت نصیب ہوئی۔ اور پھر اُن کی دلی تڑپ اور خواہش کے مطابق اُن کے میاں کو بھی ان کی وفات سے چند ماہ پہلے خدا تعالےٰ نے شرف احمدیت بخشا۔ میری دلی دعا ہے۔ کہ میرا پیارا مولیٰ میری پیاری محسنہ کو معہ اُن کے میاں کے جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

اُن کے میاں کا نام چوہدری فیروز الدین تھا۔ جو کہ میرا حقیقی تایا زاد بھائی تھا۔ ابتداء میں جب میں احمدی ہؤا۔ اور لوگوں نے رات دن مجھ سے بحث و مباحثہ شروع کیا۔ تو یہ ہمارے بحث و مباحثہ سے بہت گھبراتے تھے۔ اور گھر میں آکر مجھے خوب ڈانٹتے تھے کہ تم احمدی ہو گئے تو اچھا کیا۔ لیکن لوگوں سے بحث مباحثہ کی کیا ضرورت؟ اگر کوئی جاہل تم کو بُرا بھلا کہیگا تو ہم سے سہارا نہیں جائیگا۔ اور لڑائی ہو پڑے گی۔ میں ہر چند تسلی دیتا کہ نہیں لڑائی ہرگز نہیں ہوگی۔ مگر انہوں نے جہاں میرا بحث و مباحثہ ہوتا دیکھا۔ مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے۔ کہ کوئی اسے بُرا بھلا نہ کہہ جائے۔ آخر خدا تعالےٰ نے اُن کی اس نیکی کو قبول فرمایا۔ اور آپ کو بیعت کی توفیق عطا فرمائی۔ اور بیعت کے چند روز بعد ہی آپ اور آپ کی بیوی یکے بعد دیگرے اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

غرض کہ جب میں دادا کے پاس سے گھر میں واپس آتا۔ تو میری پیاری محسن والدہ اور ہمشیرہ مجھے اللہ اللہ اور یا غفور یا رحیم یا کریم یا رحمان برحمتک استغیث کا ذکر اور تکرار کراتیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میٹھی میٹھی مدح و ثنا کی محبت افزا نظمیں سکھاتیں۔

میرے آباؤ اجداد راجپوت قوم کے ایک معزز اور شریف گھرانے میں سے تھے۔ جن کے اعزازی خطاب رانا کی وجہ سے ہمارے گاؤں کا نام اہل رانا (اہرانہ) مشہور ہے جو کہ ضلع ہوشیار پور میں ہوشیار پور سے مغرب کی طرف سات کوس کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ اور ہوشیار پور وہ مقام ہے جس جگہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۸۶ء میں کچھ عرصہ شیخ مہر علی صاحب رئیس اعظم کے مکان پر چلہ کش رہے۔ اور بعد میں مرلی دھر آریہ سے مباحثہ فرمایا اور "سرمہ چشم آریہ" کتاب تصنیف فرمائی۔

میرے دادا صاحب کو خدا سے سچا عشق اور حقیقی محبت تھی۔ جب عشق الٰہی نے آپ پر غلبہ پایا۔ تو آپ نے دنیاوی علائق کو یکبارگی چھوڑ دیا۔ اور آپ پر محویت کا ایسا عالم طاری ہؤا۔ کہ آپ نے ایک لمبا عرصہ مجذوبیت میں گذارا اور آپ سے عجیب در عجیب کرامات ظاہر ہوئیں۔ جن میں سے چند ایک بطور نمونہ درج کی جاتی ہیں

۱۔ ایک دفعہ آپ کسی جگہ سے اپنے گاؤں کیطرف واپس تشریف لا رہے تھے۔ کہ راستہ میں ایک گاؤں آیا۔ وہاں دو عورتیں باہم لڑ رہی تھیں۔ وہ ایک دوسری کو کہہ رہی تھیں۔ کہ "تیرے مرد دی دیدیں کلّر"۔ اس پر آپ نے ملازم سے فرمایا۔ کہ کلّر ڈالنے سے کیا ہوتا ہے۔ خادموں نے عرض کیا۔ کہ شائد کلّر ڈالنے سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ یا آنکھیں آجاتی ہیں۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ بھلا اگر یہی کلّر کسی اندھے کی آنکھوں میں ڈالا جائے۔ تو پھر کیا ہوگا۔ اس پر خادموں نے عرض کیا۔ کہ سرکار (حضور) ہی جانیں۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ کسی پُرانی دیوار سے کلّر اٹھاؤ۔ اور کسی اندھے کی آنکھوں میں ڈالو۔ اس پر خادموں نے حسب ارشاد ایک پُرانی دیوار سے کلّر لے کر ایک اندھے کی آنکھوں میں ڈالا جس سے وہ بینا ہو گیا۔ پھر کیا تھا۔ یہ خبر آناً فاناً مشہور ہو گئی۔ اور اس گاؤں کے ایک آدمی کی اگلے گاؤں موضع مہگوال میں جو کہ دادا صاحب کے رستہ پر پڑتا تھا۔ رشتہ داری تھی۔ اور جس کے رشتہ داروں میں ایک آدمی اندھا تھا۔ اس نے فوراً آپ کے وہاں پہنچنے سے پیشتر ہی وہاں آپ کی اس واقعہ کی اطلاع دیدی۔ جب دادا صاحب وہاں پہنچے۔ تو وہاں ایک عورت مسماۃ توکھی جٹی نے آپ کی گھوڑی کی باگ پکڑ لی۔ خادموں نے اُسے پیچھے ہٹانا چاہا۔ مگر وہ نہ ہٹی۔ اس پر آپ کے ایک خادم نے اس عورت کو زور سے دھکا دیا۔ جس سے وہ عورت بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ مگر جب اُسے ہوش آیا۔ تو اس نے پھر جھٹ سے گھوڑی کی باگ کو ہاتھ ڈال لیا۔ اور کہا۔ کہ یا تو میرے خاوند کو راضی کر کے جاؤ۔ اور یا پھر مجھے جان سے مار ڈالو۔ ورنہ جیتے جی میں گھوڑی کی باگ نہیں چھوڑوں گی۔ اس پر آپ نے از روئے ترحم فرمایا۔ کہ کلّر ہے۔ خادموں نے عرض کیا۔ کہ وہ تو حضور کے کہنے پر وہیں گرا دیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا! جس کپڑے کے لڑ میں کلّر ڈالا تھا۔ اس سے سُرمچو لگا کر اس کے خاوند کے ڈالو۔ چنانچہ ایسا کرنے سے وہ بھی بینا ہو گیا۔ جس کی وجہ سے وہ توکھی جٹی اور اس کا خاوند جتنا عرصہ زندہ رہے۔ ہر آٹھویں دن ہمارے ہاں آتے رہے۔

۲۔ ریاست کپورتھلہ کے سابق ریذیڈنٹ میاں عزیز بخش صاحب جن کے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ ایک دفعہ جب آپ موضع بھگانہ میں بہ تقریب دورہ تشریف لائے تو اتفاق سے اسوقت میرے دادا صاحب بھی بہ تعلق رشتہ داری وہاں تشریف فرما تھے۔ وہاں کے رئیس اعظم چوہدری قادر بخش صاحب نے جو کہ دادا صاحب کے رشتہ دار تھے۔ دادا صاحب سے کہا۔ کہ ہمارے وزیر صاحب کے کوئی اولاد نرینہ نہیں۔ آپ دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ انہیں اولاد نرینہ عطا فرمائے۔ اس پر آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ اچھا وزیر صاحب دس من پراؤٹھے نذر گذاریں۔ چنانچہ وزیر صاحب نے کہا۔ کہ میں بصد خوشی نذر پوری کروں گا۔ اور پھر جب میاں عزیز بخش صاحب کے ہاں آپ کی دعا سے عبد الحمید پیدا ہؤا۔ تو عزیز بخش صاحب نے دس من پراؤٹھے حسب وعدہ اہرانہ کے غرباء میں تقسیم کئے۔

۳۔ ہمارے گاؤں اہرانہ میں ایک ناگر جٹ مرض جذام میں مبتلا تھا۔ وہ آپ کے پاؤں پر آکر گر گیا۔ کہ میرے لئے دعا کریں کہ خدا مجھے اس آزار سے نجات دے۔ آپ نے دعا کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اس کی حالت دن بدن رو بصحت ہوتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ وہ بعد صحت صاحب اولاد ہؤا اور اس کی اولاد کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ (باقی)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میں کیونکر احمدی ہوا

از میاں محمد الدین صاحب آف کھاریاں ضلع گجرات حال قادیان

(گذشتہ سے پیوستہ)

۱۸۸۲ء میں بندوبست ختم ہوا۔ اور کام ہلکا پڑ گیا۔ فرصت ملی تو رمل کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ جس سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ پھر سلسلہ نقشبندیہ میں موضع بادلی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں خلیفہ محمد بخش صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور چھ ماہ تک مجاہدہ کیا۔ مگر مرادیں حاصل نہ ہوئیں۔ (زمانہ احمدیت میں طب روحانی پڑھنے سے معلوم ہوا کہ ان بیعت گیروں کو توجہ کا علم بھی پورا نہیں آتا۔ میں نے خلیفہ محمد بخش صاحب سے نفس امارہ کی خواہش کیلئے ایک شخص پر توجہ کرائی۔ مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا) خلیفہ محمد بخش صاحب نے بیعت کے وقت میرے دل پر ضرب توجہ لگائی مگر مجھے نہ حال پڑا اور نہ ہی میں ناچا۔

۱۸۹۲ء کے ابتداء میں شرف شاہ صاحب مجذوب ساکن پوران تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کو میں بمقام سرائے عالمگیر ملا۔ وہ مجھ کو پکڑ کر ایک چھڑی سے مارتے جاتے اور بہن کی گالیاں بھی دیتے جاتے۔ اور کہتے مشقر (مشرق) ایدھر مقبر (مغرب) ایدھر اور مشرق کی طرف (قادیان کی طرف اشارہ کرکے) کہتے سیدھا راستہ ایدھر ہے۔

۱۸۸۹ء میں موضع چنڈالہ تحصیل گجرات ضلع گجرات میں امام شاہ صاحب مجذوب سے ملا۔ انہوں نے فرمایا مجھے دباؤ۔ میں نے دباتے ہوئے عرض کی۔ کہ میں جو مراد مانگوں وہ پوری ہو جائے۔ جواب دیا۔ کہ پوری ہو جائیگی اور میری پگڑی اتار کر اپنے ہاتھ سے میری سر پر باندھی۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر ہتھیلی پر کچھ رکھنے کی طرح گنتے۔ چھ چھ، دس، دس، بیس بیس وغیرہ ستر پر پہنچکر کہا۔ کہ "ہن کھوہا بھر گھتیا"۔ یعنی اب چاہ پُر ہو گیا۔ اس کی تعبیر یہ کھلی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے سب مرادیں پوری ہوئیں۔

مرزا کمال الدین صاحب (برادر خورد مرزا جلال الدین صاحب صحابی) نے میرا اسم اعظم یا باسط نکال کر مجھے کہا۔ کہ چھ ہزار دفعہ پڑھا کرو۔ اور عقدہ انامل مجھے سکھایا۔ اس اسم کا ورد میں پچھلی رات مسجد میں جاکر کرتا رہا۔ اور عقدہ انامل پر چھ ہزار مرتبہ صبح سے ختم کر لیتا تھا۔

اس ظلمت کی رات کو جو فی بحر لجی یغشٰہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضھا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یرٰیھا۔ ومن لم یجعل اللّٰہ لہ نورًا فما لہ من نور (سورہ نور آیت ۴۰) کی مصداق ہو رہی تھی میں سرگرداں تھا۔ کہ میری قسمت جاگی۔

اواخر ۱۸۹۲ء اور ابتداء ۱۸۹۳ء میں جبکہ میں قصہ خوانی وغیرہ میں مشغول رہتا تھا۔ اور اسی قماش کے نوجوانوں کی مجلس میرے پاس لگی رہتی تھی۔ کہ اللہ رحمٰن نے میری ہدایت کے سامان پیدا فرمائے۔

حضرت منشی جلال الدین صاحب (جو رسالہ ۱۲ اسپاں میں میر منشی تھے) کا جب بوجہ تبادلہ رسالہ ۱۲ از چھاؤنی ملتان بہ چھاؤنی سیالکوٹ آنا ہوا۔ تو انہوں نے چشمہ معرفت۔ فتح الاسلام۔ توضیح المرام۔ براہین احمدیہ ہر چہار نسخہ اپنے گھر موضع بلانی اپنی اولاد کے پڑھنے کے لئے بھیجیں۔ تو آپ کے بڑے صاحبزادے مرزا احمد قسیم صاحب نے مجھ سے ان کتابوں کا ذکر کیا۔ اور کہا۔ کہ تم جو قصہ خوانی کرتے رہتے ہو۔ یہ کتابیں بھی پڑھ لو۔ پہلے میں نے چشمہ معرفت پڑھی۔ (جو کہ مثنوی مولانا روم کا منظوم اردو ترجمہ ہے۔) مگر اُس سے کچھ اثر مجھ پر نہ پڑا۔ پھر فتح الاسلام اور توضیح المرام دیکھی۔ مگر کچھ سمجھ نہ آئی۔ پھر میں نے براہین احمدیہ پڑھنی شروع کی۔

براہین احمدیہ کیا تھی؟ آب حیات کا بحر زخار تھا۔ براہین احمدیہ کیا تھی؟ ایک تریاق کوہ لانی تھا۔ یا تریاق رابعہ دافع صرع ولقوہ تھا۔ براہین احمدیہ کیا تھی؟ ایک عین روح القدس یا روح مکرم یا روح اعظم تھا۔ براہین احمدیہ کیا تھی؟ یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ تھی۔ براہین احمدیہ کیا تھی؟ ایک نور خدا تھا جس کے ظہور سے ظلمت کافور ہو گئی۔

میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ کہ آریہ، برہمو۔ دہریہ لیکچراروں کے بد اثر نے مجھے اور مجھ جیسے اور اکثروں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اور ان اثرات کے ماتحت لایعنی زندگی بسر کر رہا تھا۔ کہ براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے جب میں ہستی باری تعالےٰ کے اثبات کو پڑھتا ہوا صفحہ ۹۰ کے حاشیہ نمبر ۴ پر اور صفحہ ۱۲۹ کے حاشیہ نمبر ۱ پر پہنچا۔ تو معًا میری دہریت کافور ہو گئی۔ اور میری آنکھ ایسی کھلی جس طرح کوئی سویا ہوا یا مرا ہوا جاگ کر زندہ ہو جاتا ہے۔

سردی کا موسم، جنوری ۱۸۹۳ء کی ۱۹ تاریخ تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ کہ جب میں "ہونا چاہیئے" اور "ہے" کے مقام پر پہنچا۔ پڑھتے ہی میں نے فورًا توبہ کی۔ کورا (دنیا) گھڑا پانی کا بھرا ہوا باہر صحن میں پڑا تھا۔ تختہ سہ پائی پیمائش کی میرے پاس رکھی ہوئی تھی۔ سرد پانی سے تہ بند الاچہ پاک کیا۔ (میرا ملازم مسمی ننگتو سو رہا تھا۔ وہ جاگ پڑا۔ وہ مجھ سے پوچھتا کہ کیا ہوا! کیا ہوا؟ الاچہ مجھکو دو میں دھوتا ہوں۔ مگر میں اس وقت ایسی شراب پی چکا تھا۔ کہ جس کا نشہ مجھے کسی سے کلام کی اجازت نہ دیتا تھا۔ آخر ننگتو اپنا سارا زور لگا کر خاموش ہو گیا۔) اور میں نے گیلا الاچہ پہن کر نماز پڑھنی شروع کی۔ اور ننگتو دیکھتا گیا۔ محویت کے عالم میں نماز اسقدر لمبی ہوئی۔ کہ ننگتو تھک کر سو گیا۔ اور میں نماز میں مشغول رہا۔ بس یہ نماز براہین احمدیہ نے ایسی پڑھائی۔ کہ بعد ازاں اب تک میں نے نماز نہیں چھوڑی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ معجزہ بیان کرنے کے لئے مذکورہ بالا طوطیہ تمہید میں نے باندھا تھا یعنی جوانی میں بحالت تجرد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرا ایمان جو ثریا سے شائد اوپر ہی گیا ہوا تھا۔ اُتار کر میرے دل میں داخل کیا۔ اور مسلمان را مسلمان باز کردند کا مصداق بنایا۔ جس رات میں بحالت کفر داخل ہوا تھا۔ اس کی صبح مجھ پر بحالت اسلام ہوئی۔

اس مسلمانی پر میری جو صبح ہوئی۔ تو میں وہ محمد الدین نہ تھا۔ جو کل شام کو تھا۔ فطرتًا مجھ میں حیا کی خصلت اچھی تھی۔ اور وہ اوباشوں کی صحبت سے عنقا ہو چکی تھی اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے مجھے وہی خصلت حیا واپس دی۔ میں اسوقت اس آیت کے پرتو کے تحت مزا لے رہا تھا۔ جو سورۂ حجرات کی آیت نمبر ۸ ہے۔ ولکن اللّٰہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولٰئک ھم الراشدون ۝ فضلًا من اللّٰہ و نعمۃ، واللّٰہ علیم حکیم ۝

ایمان لانے کے ساتھ ہی قرآن کریم کی عظمت اور محبت نے میرے دل میں ڈیرہ لگایا۔ گویا علم شریعت جو ایمان کی جڑھ ہے۔ اس کے حاصل کرنے کا شوق اور فکر دامنگیر ہوا۔

زاں بعد ۱۸۹۳/۱۸۹۴ء براہین احمدیہ کا ایک دور ختم کیا۔ جو نماز تہجد کے بعد تلاوت کیا کرتا تھا۔ اور پھر آئینہ کمالات اسلام پڑھا۔ جو توضیح المرام کی تفسیر ہے۔

حضرت قبلہ منشی مرزا جلال الدین صاحب پنشنر میرمنشی رسالہ نمبر ۱۲ ساکن بلانی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات دو ماہ کی رخصت لے کر سیالکوٹ چھاؤنی سے بلانی تشریف لائے۔ اور بلانی میں ہی میں پٹواری تھا۔ اُن سے پتہ پوچھ کر بیعت کا خط لکھدیا۔ جس کا جواب مجھے اکتوبر ۱۸۹۴ء باطلاع منظوری موضع گیہیال اوپر الاسمت ولد عمر بخش جٹ کے اس کھیت میں جو مسجد کے دکھن واقعہ ہے۔ ملا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ ظاہری بیعت بھی ضروری ہے جو میں نے ۵ رجون ۱۸۹۵ء مسجد مبارک کے چھت پر بالاخانہ کے دروازہ کی چوکھٹ کے مشرقی بازو

کے ساتھ حضرت صاحب سے کی۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ولد مولوی خان ملک صاحب مصنف کتاب حرف نحو عربی ساکن کھیوال تحصیل چکوال ضلع جہلم نے بھی بیعت کے لئے خواہش کی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ (مولوی عبدالرحمٰن صاحب) استغفار کریں۔ اور میری (محمد الدین) کی بیعت لے لی۔

پہلی مرتبہ جب میں بٹالہ سے پیدل قادیان کو آ رہا تھا۔ سڑک سری گوبند پورہ کو چھوڑ کر جو راستہ قادیان کو آتا ہے۔ اس پر میں جب قادیان کی آبادی کے قریب آیا۔ تو اس راستہ سے بائیں طرف ایک چاہ جو چھمبروں والی زمین کے دکھن کو ہے۔ ایک بوڑھے کے پاس جو گوڈی کر رہا تھا۔ حقہ نوشی کے لئے بیٹھ گیا۔ اور اس سے جناب حضرت اقدس علیہ السلام کا حال دریافت کیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ ہم تو غریب لوگ ہیں۔ پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ مرزا صاحب کے والد صاحب نے اُن کو (حضرت اقدس علیہ السلام) پڑھانے کے لئے استاد منگوائے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ پڑھا کرتا تھا۔ مرزا صاحب لڑکوں کے ساتھ مل کر نہ بیٹھتے تھے۔ تنہائی پسند تھے۔ جوار (مکئی) کی گھنگنیاں کھایا کرتے تھے۔ اور الگ تھلگ بیٹھتے تھے۔ اور بعض وقت بے ہوش سے ہو جاتے تھے۔ اور آپ کے جسم کا گوشت پھڑکتا رہتا تھا۔ پھر آپ نے بڑی گوشہ نشینی کی۔ اور کوٹھے پر ٹہل ٹہل کر پڑھتے رہتے۔ چنانچہ کئی لوگ آپ کے ہم عمر مرزا کوٹھے توڑ آپ کو کہا کرتے تھے۔ اور یہ شخص (حضرت اقدس علیہ السلام) نہایت نیک ہے۔ اب دُور دُور سے لوگ اُن کے پاس آتے ہیں۔ اور جو آتے ہیں۔ وہ بڑے نیک، عالم اور بزرگ شریف لوگ ہوتے ہیں۔

مجھ کو (محمد الدین) کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ کہ تم جوتی سے پوٹھوہاری معلوم ہوتے ہو۔ کتنی دُور کی زمین سے تم آ رہے ہو؟ ......

....

مسجد مبارک میں نماز ظہر مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی اقتداء میں ادا کی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اُن دنوں نماز عصر اور ظہر کے درمیان اور نماز مغرب اور عشا کے درمیان مسجد میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر حضرت اقدس علیہ السلام شمالی دیوار کے ساتھ باری کے جانب غرب بیٹھے تو میں نے آپ کا چہرہ مبارک پہلی بار دیکھا۔

"اظہارِ درد"

بر وفات عزیز مکرم عنایت اللہ محمود مرحوم طالب علم مدرسہ احمدیہ قادیان

عزیز عنایت اللہ محمود۔ مرحوم مکرمی جناب منشی کرم علی صاحب خوش نویس قادیان کا ہونہار اور شریف متین و سعید لڑکا تھا۔ امسال سالانہ چھٹیوں پر اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کو تبلیغ کرنے گجرانولہ گیا تھا۔ مرحوم وہیں بیمار ہو گیا۔ اور بیماری کی حالت میں ہی اُسے قادیان لایا گیا۔ یہاں چند روز بیمار رہ کر ہمیشہ کی نیند سو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۸ء منگل کے روز صبح سات بجے مرحوم نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ منشی کرم علی صاحب کاتب قریباً ۳۰ سال سے قادیان دار الامان میں بود و باش رکھتے ہیں۔ آپ مہاجر اور مخلص احمدی ہیں۔ آپ کو اُس زمانہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پریس کی خدمت بجا لانے کا شرف حاصل ہوا۔ جب کہ بوجہ مخالفت بعض نادان دشمن قادیان میں باہر سے آ کر رہنے میں دین و دنیا کا نقصان سمجھتے تھے۔ اس پیرانہ سالی میں آپ کو اپنے ۱۷، ۱۸ سالہ نوجوان، ہونہار، قبول صورت بیٹے کی وفات کا صدمہ پہنچا ہے۔ خدا تعالےٰ آپ کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ منشی صاحب فن کتابت اور سنگسازی میں نہ صرف خود کمال رکھتے ہیں۔ بلکہ آپ نے بہت سے شاگرد بنا کر بھی دار الامان کے اخبارات و مطابع کے لئے آسانی پیدا کر دی ہے۔ اس لحاظ سے الحکم کو بھی اُن سے تعلقاتِ رفاقت ہیں۔ اُن کے غم و اندوہ میں شریک ہونے کے لئے ہم ذیل میں دو رقت انگیز مراثی شائع کرتے ہیں۔ جو اُن کے دوستوں نے اس حادثہ کی یاد میں کہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مرحوم پر اپنے فضل و کرم کی بارش برسائے اور پسماندگان کو صبر کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔

(ایڈیٹر)

(۱)

۱۹۳۸ء

خلیل سیرت عنایت اللہ جو پاک دل اور سادہ رُو تھا ؎ بہت خوش اخلاق نوجوان تھا سعید فطرت تھا پاک خو تھا
متین و سنجیدہ نیک تھا وہ شریف و صالح کریم تھا وہ ؎ خلیق و صابر تھا باوفا تھا بہت ہی دل کا حلیم تھا وہ
وہ ایک شرمیلا نوجوان تھا، حیا کا پیکر تھا پارسا تھا ؎ بدی سے نفرت تھی دل سے اس کو وہ نیک طینت تھا باخدا تھا
وہ اپنے ماں باپ کا دلارا۔ اور اپنے بھائی کا اک سہارا ؎ بہن کا محبوب۔ اور پیارا۔ بسوئے خلد بریں سدھارا
ہے دردناک اُس کی موت ایسی کہ جس نے توڑی کمر ہے سب کی ؎ مگر ہیں ہم بھی اُسی میں راضی کہ جو ہے مرضی ہمارے ربّ کی
حزین و غمگیں ہیں بنا کر وہ آہ ہم سے جدا ہوا ہے! ؎ خدا کی اُس پر ہو خاص رحمت شہید راہِ خدا ہوا ہے

وہ ایک پانی کا بلبلا تھا بہت ہی نازک حباب تھا وہ
یہی ہے تاریخ مرگ اس کی کہ "خوبصورت گلاب" تھا وہ
۱۳۵۷ھ

(۲)

کر رہا ہے کس کا ماتم آج ہر پیر و جواں ! ؎ رو رہے ہیں کس کے غم میں یہ زمین و آسماں
جا رہا ہے چرخ تک یہ کس کی آہوں کا دھواں ؎ گر پڑا ہے کس کے اوپر غم کا اک کوہِ گراں
حشر کا منظر ہے اک محشر بپا ہے چار سو ؎ چھا رہی ہیں رنج و غم کی کیسی یہ تاریکیاں
مُردنی چھائی ہوئی ہے۔ آج کیوں ہر چیز پر ؎ یہ در و دیوار تک ہیں کس کے غم میں نوحہ خواں
آہ تجھ کو کیا بتاؤں کیا ہوا اے ہمنشیں ؎ کون گل ہو گیا ہے خاک کے اندر نہاں
آہ وہ گل جس کی خوشبو سے مہکتا تھا چمن ؎ دستِ گلچیں نے اُسی کو توڑ ڈالا ناگہاں
جسکی ہر اک بات میں تھی سادگی اور بانکپن ؎ مسکرا کر جو گرا دیتا تھا دل پر بجلیاں!
آہ! وہ ماں باپ کا لختِ جگر۔ نورِ نظر ؎ اُن کی اُمیدوں کا مرکز اور بہارِ بوستاں
جسکی صورت دیکھ کر ہوتی تھی فرحت قلب کو ؎ جسکی توصیفیں کیا کرتے تھے سب خورد و کلاں
(کر دیا گل موت کی آندھی نے وہ روشن چراغ) ؎ پھونک ڈالا بجلیوں نے آہ! اس کا آشیاں
اہل جنت اس کو "المغفور" کہتے ہیں سلیم ؎ جس سے تاریخ وفات اس گل کی ہوتی ہے عیاں
۱۳۵۷ھ
دل پکارا "خاک ہے افسوس انجام حیات" ؎ جب ہوا میں اس گل خوبی پہ حافظ نوحہ خواں
۱۳۵۷ھ

آہ کھلنے بھی نہ پایا پھول اور مرجھا گیا
آپ مر کر ہم کو رازِ زندگی سمجھا گیا

(حافظ سلیم احمد اٹاوی)

میں نے کس طرح احمدیت قبول کی؟

مبارک علیشاہ باہری محلہ صوفیاں لدھیانہ

والدہ مکرمہ کی زبانی میری پیدائش کی تاریخ ۱۴ ماہ ربیع الثانی ہے۔ بوجہ ناخواندہ ہونے کے سال کا پتہ نہیں لگ سکا۔ البتہ اتنا پتہ اندازاً لگ سکا۔ کہ میری عمر میری بڑی ہمشیرہ کی عمر سے پچیس ۲۵ سال کم ہے۔ ہم نو بہن بھائی تھے۔ جنمیں سب سے بڑی ہمشیرہ صاحبہ یعنی حضرت قاضی خواجہ علی صاحب کی اہلیہ محترمہ سب سے بڑی تھیں۔ اور میں سب سے چھوٹا۔ اُن کی پیدائش ستارھویں قحط میں ہوئی تھی۔ جو غالباً ۱۹۱۷ سنہ بکرمی میں ہوا تھا۔ اس حساب سے غالباً میری پیدائش ۱۸۸۴ء یا ۱۸۸۵ء کی ہوگی۔ میں ابھی تقریباً تین سال کا تھا کہ والدہ مکرمہ کا انتقال ہوگیا جس کے بعد ۱۸۹۱ء میں مجھے لدھیانہ قاضی صاحب مرحوم کے پاس پہنچا دیا گیا جہاں عیدالفطر سے دوسرے دن مجھے برائے تعلیم مدرسہ احمدیہ جو کہ مسجد احمدیہ عرف میاں نہال صاحب میں قائم تھا داخل کر دیا گیا۔ اس کے بعد سکول میں داخل کیا گیا دینی معاملات کی طرف میری طبیعت کا رجحان بچپن ہی سے تھا جب پرائمری پاس کر کے چھٹی جماعت میں تعلیم شروع کی۔ تو انگریزی کے کورس میں ایک نظم آئی جسمیں اللہ تعالےٰ کو آسمانی باپ کر کے پکارا گیا تھا جسپر مجھے اعتراض پیدا ہوا۔ کہ ہمیں تعلیم کے ذریعہ عیسائیت کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ چنانچہ اُسی دن سے میں نے انگریزی پڑھنا ترک کر دیا۔ چونکہ میں وظیفہ خوار تھا۔ اس لئے مجھے سمجھانے کی بے حد کوشش کی گئی۔ مگر سب بے کار۔ آخر سالانہ امتحان میں انگریزی میں فیل ہوگیا۔ لیکن وظیفہ خوار ہونے کی وجہ سے مجھے فیل دکھانے میں سکول کی بدنامی تھی۔ اس لئے مجھے ترقی دے کر ساتویں جماعت میں چڑھا دیا گیا۔ اب انگریزی کا مضمون ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس چلا گیا۔ جو کہ اپنے کام میں قابل اور سزا دینے میں سختی سے کام لینے والے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے سمجھانے میں بہت کوشش کی۔ مگر مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر انہوں نے بدنی سزا کو انتہا تک پہنچا دیا۔ مگر بے سود۔ میری زبان سے کبھی یہ بات نہ سن سکے۔ کہ آئندہ انگریزی کا کام کیا کرونگا۔ بلکہ برعکس اس کے ہمیشہ انکار کی آواز ہی ان کے کانوں میں پڑی۔

آخر اکتوبر ۱۸۹۱ء میں خواجہ اللہ بخش صاحب کی تعریف سنکر عربی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے تونسہ ضلع ڈیرہ غازیخاں کا عزم کیا۔ وظیفہ کے پیسے جیب میں تھے۔ لاہور کا ٹکٹ لے کر ریل پر سوار ہوا۔ جہاں مولوی امام الدین صاحب لدھیانوی کے پاس چند دن قیام کر کے ملتان کی ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ پیدل روانہ ہوا۔ چند پیسے جو پاس تھے ختم ہوئے۔ اور ریل کی لائن کے کنارے جو جھاڑیاں کھڑی تھیں ان کے کچے بیر اور پتے کھاتا ہوا رائے رادھارام کے اسٹیشن تک پہنچا۔ وہاں منڈی میں پہنچ کر لوہی جو میرے پاس تھی دو یا تین روپیہ میں فروخت کی اور اسٹیشن پر پہنچا۔ منڈی کے چند ایک آدمی میرے پیچھے سٹیشن پر پہنچے۔ اسٹیشن ماسٹر کی معرفت مجھ سے حالات دریافت کئے گئے۔ چنانچہ میں نے اپنے تمام حالات اور اپنا ارادہ بیان کیا۔ آخر اسٹیشن ماسٹر نے کہا۔ کہ یہ رقم تمہارے پہنچنے کے لئے کافی نہیں تم یہاں سو جاؤ گاڑی آئے گی تو ہم تمہیں ملتان تک پہنچا دیں گے۔ چنانچہ گاڑی آنے پر انہوں نے مجھے ایک آدمی کے سپرد کر دیا۔ جو مجھے ملتان تک ساتھ لے گیا جہاں سے میں پھر تونسہ پہنچا۔ اور خواجہ اللہ بخش صاحب سے ملاقات کی۔ اور اپنا ارادۂ تعلیم ظاہر کیا۔ مگر افسوس کہ دو ہفتہ تک میری تعلیم کا کوئی بند و بست نہ ہو سکا۔ آخر ایک بزرگ جو ضلع راولپنڈی سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کے ایک مصاحب نے کہا۔ کہ میں میاں صاحب سے دریافت کر کے آپ کو بتاؤنگا۔ چنانچہ اُس نے شام کو مجھے اطلاع دی۔ کہ میاں صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہم تعلیم کا انتظام کر دیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن اُن کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ اور لیہ ضلع مظفر گڑھ پہنچے۔ رات کے قیام کے بعد میاں صاحب معہ اپنے ساتھیوں کے گاڑی میں سوار ہوگئے۔ اور مجھے جامعہ مسجد کے مولوی صاحب کے سپرد کر دیا۔ جہاں میں نے پندرہ دن قیام کیا۔ مگر افسوس کہ تعلیم کا وہاں بھی کوئی انتظام نہ ہو سکا۔ آخر واپسی کا ارادہ کیا۔ اور پاپیادہ روانہ ہوا۔ شیر شاہ کے اسٹیشن پر آکر ایک نانبائی کے پاس قیام کیا۔ جنگل سے لکڑی لانا اور آٹا وغیرہ گوندھنا وغیرہ وغیرہ کام کرتا رہا۔ گرمی کا موسم آیا۔ تو اسٹیشن پر بطور پنکھا قلی کام شروع کیا۔ آخر سفر خرچ ہونے پر اکتوبر ۱۸۹۹ء میں واپس لدھیانہ پہنچا۔ اور پھر ساتویں جماعت میں داخل ہوا۔ اور سالانہ امتحان میں کامیاب ہوا۔ احمدیت کی مخالفت گھر کر چکی تھی۔ مولویوں کے فتووں کے مطابق احمدیوں کے پاس بیٹھنا ان کی بات سننا۔ ان کا لٹریچر پڑھنا گناہ سمجھتا تھا۔ میرے گھر میں ہوتے ہوئے اگر قاضی صاحب تشریف لے آتے تو ایک دروازے سے آتے اور میں دوسرے دروازے سے نکل جاتا اور جب تک وہ گھر رہتے کھانا کھانے بھی نہیں آتا تھا اسی طرح ۱۹۰۱ء میں میں نے مڈل کا امتحان دیا۔ تو تاریخ اور جغرافیہ میں فیل ہوگیا جسپر جیسا کہ ہمشیرہ مکرمہ کی زبانی معلوم ہوا قاضی صاحب نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ بلکہ ہمشیرہ مکرمہ کو بھی ملامت کی۔ اور ہمشیرہ صاحبہ نے بھی ناراضگی کا اظہار کیا۔ جسپر میں اُسی وقت گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اور ڈاکخانہ کی ملازمت اختیار کر لی۔ دوسرے سال جب یونیورسٹی کی فیسیں جانے لگیں۔ تو پھر طبیعت میں جوش پیدا ہوا۔ اور داخلہ کی فیس بھیجدی۔ دوستوں اور عزیزوں سب نے منع کیا۔ ہمشیرہ صاحبہ نے بھی کسی کی زبانی کہلا کے بھیجا۔ کہ فیس پر روپیہ ضائع نہ کرو۔ کیونکہ اب تمہارا کامیاب ہونا ناممکن ہے۔ مگر میں نے ایک نہ سُنی۔ آخر امتحان میں کامیاب ہوگیا۔ جس کے بعد پھر چٹھی رسانی شروع کر دی۔ ایک دن جو غالباً اتوار کا دن تھا۔ کام سے فارغ ہوکر ہمجولیوں کے ساتھ سڑک اعظم کے کنارے سایہ میں باتیں کرتے کرتے حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کا ذکر شروع ہوگیا۔ جو کچھ کسی کی زبان پر آیا بولتا گیا۔ ایک شخص مسمّٰی اللہ دتا بلوچ جو کہ ایک فقیر مسمّٰی سائیں جھنڈے شاہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ کہنے لگا۔ کہ مرزا صاحب کو تو سلطان القلم سائیں جھنڈے شاہ بھی مانتا ہے جسپر میں نے کہا۔ کہ ایسے لوگوں کی شہادت (یعنی لنگوٹی پوشوں، بھنگیوں اور چرسیوں کی) دینی معاملات میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی جسپر اس نے کہا کہ ایک اور بھی شہادت ہے۔ میں نے کہا۔ کہ شہادت تو پھر پیش کرنا۔ پہلے یہ بتاؤ۔ کہ تم مرزائی تو نہیں ہو؟ اس نے قسم کھا کر اس کی تردید کی۔ اور تذکرہ غوثیہ کو شہادت میں پیش کیا۔ چنانچہ مقام مذکورہ نکال کر اسنے میرے حوالہ کیا۔ میری طبیعت اس وقت کچھ عجیب حالت میں تھی۔ کتاب ہاتھ میں تھی۔ مگر ایک حرف بھی میں نہ دیکھ سکا۔ چنانچہ کتاب اس کے حوالے کی اور گھر چلا آیا۔ تذکرہ غوثیہ نکالا۔ اور شروع سے دیکھنا شروع کیا۔ حتّٰی کہ وہ مقام نکل آیا۔ جہاں لیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیہا کی حدیث رقم تھی۔ اُسی دن سے میں نے مولویوں کے فتووں کو بالائے طاق رکھا۔ اور نماز جمعہ مسجد احمدیہ میں پڑھنا شروع کیا۔ اور اپنے ہم عصروں میں مرزائی پکارا جانے لگا۔ اعتراض پر اعتراض ہوتے گئے۔ جنکا اپنی لیاقت کے مطابق جواب دینے لگا۔ اب کتابوں کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ مگر ندامت کی وجہ سے قاضی صاحب مرحوم کے پاس نہ جاتا تھا۔ صرف اللہ تعالےٰ سے دعائیں کرتا تھا۔ کہ یا الٰہی اپنے فضل سے کوئی ایسی سبیل پیدا کر کہ جس سے میں مرزا صاحب کی کتابیں دیکھ سکوں۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد پیر منصب علی صاحب کے فرزند محمود حسن کی جو اس وقت قادیان میں پڑھتا تھا،

بیماری کی خبر ملی۔ جس پر میر صاحب موصوف نے قاضی صاحب مرحوم کے پوتے مسمی منصب علی کو جو کہ درزی کا کام کیا کرتا تھا۔ محمود حسن کو لینے کے لئے قادیان روانہ کیا جو دو دن قادیان میں رہ کر محمود حسن کو ساتھ لے کر لدھیانہ پہنچ گیا۔ اور دو تین دن کے بعد مجھے کہنے لگا۔ کہ بھائی مجھے ایک خط لکھوانا ہے۔ اگر لکھدو تو لفافہ لے آؤں۔ میں نے پوچھا کہ کہاں لکھوانا ہے۔ اور کیا لکھوانا ہے۔ تو کہنے لگا۔ کہ مرزا صاحب کی خدمت میں بیعت کا خط لکھوانا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ سچ بتاؤ۔ کہ تم نے مرزا صاحب میں کیا دیکھا؟ تو جواب دیا۔ کہ بھائی میں تو اَن پڑھ ہوں۔ جو کچھ میں نے دیکھا۔ وہ ان لوگوں کی صورتیں ہیں۔ جو ہرگز ہرگز جھوٹوں کی نہیں ہو سکتیں میں نے جواب دیا۔ کہ خط تو میں لکھدونگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ اُن کی کتابیں کہیں سے پڑھنے کیلئے لایا کرو۔ کیونکہ تمہاری ان لوگوں سے واقفیت بھی ہے۔ اس نے وعدہ کیا۔ اور سب سے پہلے جو کتاب میرے مطالعہ میں آئی۔ وہ تحفہ گولڑویہ تھی۔ اس کے بعد چند روز کے لئے مجھے ایک ضروری کام کے لئے اپنے عزیز ڈاکٹر محمد اسمعیل صاحب کے پاس گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں میرے مطالعہ کے لئے ڈاکٹر صاحب مرحوم نے سلک مروارید پیش کی جو کہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی تصنیف ہے۔

سنہ ۱۹۰۳ء میں جب کہ میں رڑکی کالج میں داخل ہوا تو وہاں غیر احمدیوں نے تو جمعہ کی نماز کا انتظام کیا ہوا تھا۔ مگر میرے لئے پہلی دفعہ یہ مشکل پیش آئی۔ لہذا میں نے ڈاکٹر صاحب مرحوم سے اس کا حل دریافت کیا۔ تو انہوں نے جواباً تحریر فرمایا۔ کہ آپ ظہر کی نماز پڑھ لیا کریں۔ دوسرے سال دو اور احمدی کالج میں آگئے۔ اب نماز باجماعت ہونے لگی لیکن جمعہ کی نماز کیلئے جب پہلے سے سنتے آرہے تھے۔ کہ کم از کم پانچ آدمی ہونے چاہئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں تحریر کیا گیا۔ جس کے جواب میں حضور نے تحریر فرمایا۔ کہ ہر نماز باجماعت کیلئے کم از کم دو آدمیوں کی ضرورت ہے۔ یعنی ایک امام اور ایک مقتدی۔ چنانچہ یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں قادیان پہنچکر حضرت اقدس کے ہاتھ پر مسجد مبارک میں شرف بیعت حاصل کیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

سنہ ۱۹۰۷ء میں میں کلکتہ پہنچا۔ جہاں میرے دو اور دوست پہلے گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے پہلی ملاقات میں مجھ سے یہ مطالبہ کیا۔ کہ اب تم کلکتہ پہنچ گئے ہو۔ اگر تم اپنا انفلوئنس قائم رکھنا چاہتے ہو۔ تو ہیٹ کا استعمال کرو۔ میں نے جواب دیا میں آزاد نہیں ہوں۔ جبتک اس کے متعلق دریافت نہ کر لوں استعمال نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں تحریر کیا۔ جس کا جواب حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے دیا۔ کہ ہیٹ میں ایک قباحت تو یہ ہے۔ کہ اُسے اجنبی دیکھنے والا شخص مسلمان نہیں سمجھتا اسلئے وہ اسلامی سلام سے محروم رہ جاتا ہے۔ دوسری یہ کہ اس سے سجدہ ادا نہیں ہو سکتا۔ اسلئے شرعاً ممنوع ہے۔ الفاظ شائد اور ہوں مگر مفہوم یہی تھا۔ جو میں نے سمجھا۔ کیونکہ یہ خط اور دوسرے بہت سے خطوط گھر والوں کی بے احتیاطی سے ضائع ہو گئے۔ اسلئے بجنسہٖ نقل نہیں کر سکتا۔

چونکہ مجھے حضرت اقدس کی پاک صحبتوں میں زیادہ بیٹھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اگر ملا بھی تو بہت دور جہاں کوئی بات سنائی نہ دیتی تھی۔ اسلئے میں حضور کی بیان کردہ کوئی بات عرض کرنے سے معذور ہوں۔ فقط۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طبّی مجربّات

الحکم کی ۲۸ راگست و ۷ ستمبر کی اشاعت میں ہم نے حضرت اقدسؑ کے طبی مجربات ایک خاص نمبر میں شائع کرنیکی تحریک مخدومی بابو غلام محی الدین صاحب کے ایما پر کی تھی۔ اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے بابو صاحب موصوف نے اس خاص نمبر کی یکصد کاپیاں خرید کرنے کی پہلی درخواست آپکی طرف سے موصول ہو گئی ہے۔ آپ نے اس سے پیشتر گورمکھی میں قرآن مجید کی اشاعت سکھوں میں مفت کافی تعداد میں کی ہے۔ آپ کا خیال ہے۔ کہ الحکم کا یہ خاص نمبر بھی مفت تقسیم کریں گے۔ میں نے اس سے قبل بھی لکھا ہے۔ کہ اس خاص نمبر کے لئے کم از کم ۲۰۰۰ درخواستیں آنی چاہئیں۔ گو یہ تعداد اسقدر قلیل ہے۔ کہ بمشکل خرچ کی متحمل ہو سکیگی۔ تاہم دو ہزار درخواستیں ضروری ہیں تا کام شروع کر دیا جائے۔ اس وقت احمدی جماعت ہی خدا کی جماعت اور زندہ قوم ہے۔ اور ہر وقت ہر قسم کی قربانی میں پیش پیش ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شیدائی میدان میں آئیں۔ تاکہ اس مفید کام سے لاکھوں کا بھلا ہو۔ جب تک درخواستوں کی مطلوبہ تعداد نہ ہو ہم کام شروع کرنے سے معذور ہیں۔ بارہا دفعہ الحکم کے کئے خاص نمبر شائع ہوئے مگر افسوس بعض دوست جو کاغذ اور سیاہی کی قیمت لگایا کرتے ہیں اپنی حسابوں میں الجھ کر اُس نعمت سے محروم ہو جاتے۔ غیر اقوام کو دیکھو ان کے خاص نمبر ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔ اور وہ صرف دماغی مسرت ہی حاصل کرتے ہیں۔ لیکن ہم آپ کے سامنے گوہر نایاب پیش کرتے ہیں۔ جن پر آنیوالی نسلیں فخر کریں گی۔ مگر چند سکوں کی خاطر آپ اس کو نظر انداز کر دیتے۔ ہمیں امید ہے کہ اس اعلان کے بعد آپ اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ تعداد خرید کر مفت تقسیم کریں گے۔ اگر دس ذی استطاعت اشخاص دو دو سو کاپیاں خرید کریں تو یہ کام آسانی سے ہو سکتا ہے

ولادت

شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ایڈیٹر اخبار الحکم کے ہاں جمعہ کی شب کو خدا نے ایک بچی عطا فرمائی۔ بچی اور اُسکی والدہ مکرمہ کی طبیعت الحمدللہ اچھی ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ عزیزہ کو خادم دین بنائے۔ اور والدین کیلئے قرۃ العین ہو۔ (محمد ابراہیم علی عرفانی)

اعلان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نسخہ جات جن دوستوں کے پاس ہوں وہ از راہِ کرم دفتر الحکم میں پہنچا دیں۔ تاکہ تمام با ترتیب یکجا اکٹھے ہو سکیں۔ اگر کسی صاحب کے پاس اصل نسخہ جات حضور کے قلمی ہوں۔ تو وہ اصل روانہ کر دیں۔ ہم اس کو بلاک کی صورت میں شائع کر دیں گے۔ اور جماعتوں سے دریافت کر کے بھی دوست اس کار خیر میں حصہ لیں۔ "ایڈیٹر"

وعلی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا

احمدی حجّاج کی توجہ کیلئے

اس سال جتنے احمدی احباب حج کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اُن کو سفری سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے نیز مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اُن کی رہائش وغیرہ کے لئے ہر لحاظ سے خاطر خواہ انتظام کر رکھا ہے۔ جس قدر احمدی احباب اس سال عازم حج ہوں۔ وہ خاکسار سے خط و کتابت کر کے جہاز کی روانگی و دیگر معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

چونکہ خاکسار جہاز ران کمپنی میں ملازم ہے۔ اس لئے اُن کو سفر میں ہر ممکن آرام مل سکتا ہے۔ اور میں نے تمام ایسے دوستوں کی آگاہی کے لئے شائع کیا ہے۔ کہ خاکسار ایس۔ ایس۔ اسلامی پر موجود ہوگا۔ جو دوست اس جہاز میں سفر کریں وہ مجھ سے ضرور مل لیں۔

مکہ معظمہ میں احمدی حجاج کے آرام کے لئے خاص معلّم ہے جن کے پاس اکثر احمدی حضرات ٹھہرا کرتے ہیں۔ جدہ میں معلّم کا نام دریافت کرنے پر اسحاق خاں کمال دین **مطوف** کا نام لیں۔ اور جو دوست اُن کے نام پر جانا پسند کریں۔ خاکسار کو بذریعہ خط اطلاع کر دیں۔ تاکہ میں انکو پہلے سے آگاہ کر دوں۔ یہ معلّم احمدی دوستوں کے لئے بہتر معلّم ہے۔ میرا بمبئی کا پتہ مندرجہ ذیل ہوگا:—

محمد ابراہیم علی عرفانی دفتر اخبار سالار
۲۶۴ لیاقت منزل بلاسیس روڈ بمبئی نمبر ۸